قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 8 جولائی 2022ء | 8 ذوالحجہ 1443 ہجری قمری | 8 وفا 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:138

ارشادِ باری تعالیٰ

اَلۡحَجُّ اَشۡہُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِیۡہِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوۡقَ ۙ وَ لَا جِدَالَ فِی الۡحَجِّ ؕ وَ مَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یَّعۡلَمۡہُ اللّٰہُ ؕ وَ تَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی ۫ وَ اتَّقُوۡنِ یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۸﴾

(البقرہ: 198)

ترجمہ: حج چند معلوم مہینوں میں ہوتا ہے۔ پس جس نے ان (مہینوں) میں حج کا عزم کرلیا تو حج کے دوران کسی قسم کی شہوانی بات اور بدکرداری اور جھگڑا (جائز) نہیں ہوگا۔ اور جو نیکی بھی تم کرو اللہ اسے جان لے گا۔ اور زادِ سفر جمع کرتے رہو۔ پس یقیناً سب سے اچھا زادِ سفر تقویٰ ہی ہے۔ اور مجھ ہی سے ڈرو اے عقل والو۔

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی اونٹنی پر تشریف فرما ہو کر اپنی انگلی کے اشارے سے فرماتے:

اے اللہ! تُو ہی سفر میں اصل ساتھی ہے اور تو ہی گھر والوں میں اصل جانشین ہے۔ اے اللہ! اپنی خیرخواہی کے ساتھ تو ہمیں لے کر جا اور ہمیں اپنے ذمہ میں ہی واپس لانا۔ اے اللہ! ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے اور اس سفر کو ہمارے لئے آسان کر دے۔ اے اللہ! میں سفر کی تکلیف اور مشقت سے اور سفر سے رنج اور غم کے ساتھ لوٹنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(سنن الترمذی کتاب الدعوات باب مایقول اذا خرج مسافرا حدیث نمبر 3438)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

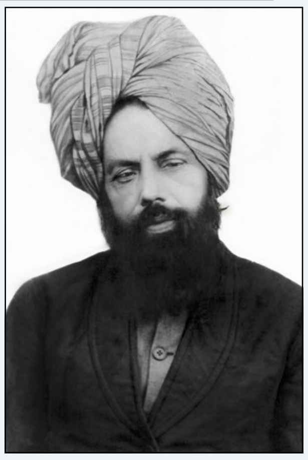

حضرت مسیح موعودؑ کی حج بیت اللہ کے لئے دعا

1886ء میں جب حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جانے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو ایک خط میں لکھا:

اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالیٰ میسر ہو تو اس مقام محمود مبارک میں اس احقر عباد اللہ کی طرف سے انہیں لفظوں سے مسکنت و غربت کے ہاتھ بحضور اُٹھا کر گزارش کریں کہ:۔

اے اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡن! ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ، پُر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ غرض ہے کہ اے اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡن! تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیئات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا، جس سے تو بہت ہی راضی ہوجائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت اور جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اُٹھا۔ اے اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡن! جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجتِ اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظلِّ حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل اور متولی ہو جا اور سب کو اپنی دار الرضا میں پہنچا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یَارَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ

(مکتوبات احمدیہ جلد 3 صفحہ 27-28 جدید ایڈیشن)

فرمان خلیفہ وقت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ تَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی (البقرہ:198) زادِ راہ ساتھ لو اور بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔ قرآن کریم کے یہ الفاظ اس آیت میں ہیں جس میں حج کے حوالے سے بات کی گئی ہے کہ جب اس رکن اسلام کی ادائیگی کے لئے نکلو تو پھر ہمیشہ یاد رکھو کہ حقیقی مومن وہی ہے جو ہر قسم کی نفسانی بیماریوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے، نیکیوں پر قدم مارتے ہوئے، اس پاک فریضے کو سرانجام دینے کے لئے گھر سے نکلتا اور کوشش کرتا ہے۔ اور جو سفر کا سامان تم ساتھ لے کر نکلو، جو عمل تمہارے ہوں اس میں تقویٰ ہو گا تو حج بھی قبولیت کا درجہ پائے گا۔ لیکن یہ مومن کے لئے ایک عمومی حکم بھی ہے کہ ہمیشہ یاد رکھو کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ مومنوں کے سفر اعلیٰ ترین نیکیاں کمانے کے مقصد کے لئے ہوں یا عام سفر۔ ہر صورت میں یاد رکھو کہ سفر وہی اللہ تعالیٰ کی برکات کا حامل بنائے گا جس میں تقویٰ مدنظر ہو گا، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے نیک اعمال کی بجا آوری کی کوشش مدنظر ہو گی۔

پس اگر سفروں سے برکات حاصل کرنی ہیں تو تقویٰ بنیادی شرط ہے۔ اسے ہر وقت مومن کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اگر یہ مدنظر رہے گا تو دنیاوی فائدوں کے حصول کے لئے بھی جو سفر ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بن جائیں گے۔ پس یہی سفر ہیں جو مومن کی شان ہیں اور ہونے چاہئیں۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 11 اپریل 2008ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- شہدائے احمدیت (منظوم)
- ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
- بنیادی مسائل کے جوابات (قسط 24)
- قربانی کا فلسفہ، حکمت و مصلحت
- والدہ صاحبہ ڈاکٹر خورشید رزاق کی یاد میں

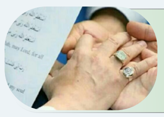

دربارِ خلافت

اللہ کی خاطر قوّام بن جاؤ۔قوام کا مطلب ہے …

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ہم دیکھتے ہیں کہ گھریلو ماحول، کاروباری معاملات، عہدیداروں کے معاملات میں انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے بعد انصاف قائم کرنے کے لئے اسلام مزید کیا حکم دیتا ہے؟ تو ہمیں ایک ایسا حکم نظر آتا ہے جو معاشرے بلکہ پوری دنیا میں انصاف اور امن قائم کرنے کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ کی آیت 9 میں فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹﴾ (المائدہ:9)۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

دیکھیں! دنیا سے فتنہ وفساد ختم کرنے کی یہ کتنی خوبصورت تعلیم ہے۔ اسلام پر اعتراض کرنے والے نہ اپنی دنیاوی تعلیم میں، قوانین میں، اور نہ ہی کسی دینی تعلیم میں ایسی خوبصورت تعلیم کی مثال پیش کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو فرماتا ہے۔ کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ کہ اللہ کی خاطر قوّام بن جاؤ۔ اور قوّام کا مطلب ہے کہ جو اپنا کام انتہائی احسن طریق پر بغیر نقص کے اور مستقل مزاجی سے کرتا چلا جائے۔ پس حقیقی مومن جو کام کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی خاطر کرتا ہے اور پھر اُس میں نہ کبھی جھول آنے دیتا ہے، یا جھول نہ آنے دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور نہ ہی کبھی سست ہوتا ہے، نہ ہی ذاتی مفادات کے تابع ہوتا ہے۔فرمایا کہ مومن کا کام ہے کہ انصاف کی تائید میں گواہی دے۔ انصاف کا معیار کیا ہے؟ انصاف کا معیار صرف بیوی اور رشتہ داروں سے انصاف کرنا نہیں ہے۔ اپنے ساتھ کاروبار کرنے والوں سے انصاف کرنا نہیں ہے۔ اپنے افسروں اور ماتحتوں کے لئے نیک خیالات اور اُن سے حسنِ سلوک کرنا اور انصاف کرنا نہیں ہے۔ بلکہ انصاف کا معیار اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ساتھ انصاف کرنا رکھا ہے۔ کیونکہ حقیقی تقویٰ اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب دشمن سے بھی عدل اور انصاف کا سلوک کیا جائے۔ تبھی ایک حقیقی مسلمان ہونے کا معیار حاصل ہو گا۔ تبھی تبلیغ کے راستے کھلیں گے۔ تبھی اسلام کی حقیقی تعلیم غیروں پر واضح ہو گی۔ یہاں بھی آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے ہر عمل کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اگر تمہارے یہ معیار نہیں تو پھر تم تقویٰ پر چلنے والے نہیں کہلا سکتے۔ قوّام کہہ کر مستقل انصاف پر قائم رہنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرما دیا۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’خدا تعالیٰ نے عدل کے بارے میں جو بغیر سچائی پر پورا قدم مارنے کے حاصل نہیں ہوسکتی، فرمایا ہے لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی (المائدہ:9) یعنی دشمن قوموں کی دشمنی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔ انصاف پر قائم رہو کہ تقویٰ اسی میں ہے۔ اب آپ کو معلوم ہے کہ جو قومیں ناحق ستاویں اور دُکھ دیویں اور خونریزیاں کریں اور تعاقب کریں اور بچوں اور عورتوں کو قتل کریں، جیسا کہ مکّہ والے کافروں نے کیا تھا اور پھر لڑائیوں سے باز نہ آویں، ایسے لوگوں کے ساتھ معاملات میں انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ مگر قرآنی تعلیم نے ایسے جانی دشمنوں کے حقوق کو بھی ضائع نہیں کیا اور انصاف اور راستی کے لئے وصیت کی۔‘‘ جس سے مخاطب ہیں اُس کو فرماتے ہیں کہ ’’مگر آپ تو تعصب کے گڑھے میں گرے ہیں ان پاک باتوں کو کیونکر سمجھیں۔ انجیل میں اگرچہ لکھا ہے کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو۔ مگر یہ نہیں لکھا کہ دشمن قوموں کی دشمنی اور ظلم تمہیں انصاف اور سچائی سے مانع نہ ہو۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ دشمن سے مدارات سے پیش آنا آسان ہے مگر دشمن کے حقوق کی حفاظت کرنا اور مقدمات میں عدل اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا، یہ بہت مشکل اور فقط جوانمردوں کا کام ہے۔ اکثر لوگ اپنے شریک دشمنوں سے محبت تو کرتے ہیں اور میٹھی میٹھی باتوں سے پیش آتے ہیں مگر اُن کے حقوق دبا لیتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی سے محبت کرتا ہے اور محبت کے پردے میں دھوکا دے کر اُس کے حقوق دبا لیتا ہے۔مثلاً اگر زمیندار ہے تو چالاکی سے اُس کا نام کاغذاتِ بندوبست میں نہیں لکھواتا۔‘‘ (وہ کاغذات جو سرکاری ریکارڈ میں ہوتے ہیں، اُس میں نہیں لکھواتا) ’’اور یوں اتنی محبت کہ اُس پر قربان ہوا جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اس آیت میں محبت کا ذکر نہ کیا بلکہ معیارِ محبت کا ذکر کیا‘‘۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ محبت کرو، بلکہ اُس معیار کا ذکر کیا جو محبت کا معیار ہونا چاہئے اور وہ کیا ہے؟ انصاف۔ فرمایا: ’’کیونکہ جو شخص اپنے جانی دشمن سے عدل کرے گا اور سچائی اور انصاف سے درگزر نہیں کرے گا وہی ہے جو سچی محبت بھی کرتا ہے‘‘

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 409-410)

پس یہ وہ معیار ہے جس کے حصول کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 9/ اگست 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

شہدائے احمدیت

یہ مت سوچو پیار میں ہم نے کیا کھویا کیا پایا ہے
من کی دولت ہاتھ آئی ہے، باقی سب تو مایا ہے

عشق محمدؐ کامل ہو کر احمد میں در آیا ہے
قومِ احمد تیرے سر پر پاک نبی کا سایہ ہے

حق کی خاطر مرنے والو! زندۂ جاوید ہو تم
جامِ شہادت پینے والا شیر خدا کو بھایا ہے

خونِ شہیداں کا اک اک قطرہ خوشبو بن کر پھیل گیا
حُبِّ قرآں، عشق محمدؐ چھین نہ کوئی پایا ہے

مظلوموں نے صبر دکھایا، جان خدا کی خاطر دی
شمعِ خلافت جان ہے ان کی، دینِ خدا سرمایہ ہے

محمد امجد خان سنوری۔ آسٹریلیا

دعا کا تحفہ

کوہ صفا پر دُعا

حضرت عمرؓ نے حج کرتے ہوئے کوہِ صفا پر یہ دُعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلۡتَ (اُدۡعُوۡنِیۡ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ) وَ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ، وَ اِنِّیۡ اَسۡاَلُکَ کَمَا ھَدَیۡتَنِیۡ لِلۡاِسۡلَامِ اَنۡ لَّا تَنۡزِعَہٗ مِنِّیۡ، حَتّٰی تَتَوَفَّانِیۡ وَاَنَا مُسۡلِمٌ

(مؤطّا کتاب الحج)

ترجمہ:-اے اللہ! تو نے خود یہ فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو، مَیں تمہاری دعا قبول کروں گا اور تو تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا پس میں تجھ سے (اس وعدے کا واسطہ دے کر) دعا کرتا ہوں کہ یہ جو اسلام کی طرف مجھے ہدایت فرمائی ہے اس نعمت کو مجھ سے واپس نہ لے لینا۔ یہاں تک کہ مجھے موت بھی اس حال میں دینا کہ میں مسلمان ہوں۔

(مناجات رسولؐ مرتبہ از علامہ ایچ ایم طارق صفحہ 91 ایڈیشن 2014ء)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

ربط ہے جان محمدؐ سے مری جاں کو مدام

میاں بیوی کا رشتہ پیار محبت اور احساس کا سچا رشتہ

قسط 29

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

’’تم میں سے بہتر وہ ہے جس کا اپنے اہل وعیال سے سلوک اچھا ہے۔ اور میں تم میں سے اپنے اہل سے اچھا سلوک کرنے کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں۔‘‘ میاں بیوی دن رات ایک ساتھ رہتے ہوئے ایک دوسرے کی شخصیت کے نہاں در نہاں پہلوؤں سے واقف ہوجاتے ہیں۔ خوبیوں اور خامیوں کے رازدار ہوجاتے ہیں کچھ چھپا نہیں رہتا۔ آنحضورؐ کی اہلی زندگی پر نظر ڈالیں تو آپس کے اعتماد پیار اور احساس کے ایسے پیارے دل لبھانے والے نظارے ملتے ہیں کہ دل بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ واقعی آپؐ اچھا سلوک کرنے کے اعتبار سے سب سے بہتر تھے۔ ایک مثالی شوہر تھے۔ اسی وجہ سے آپؐ کی ازواج مطہرات بھی آپؐ سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ سب ازواج مطہرات سے یکساں سلوک کے چند نکات پیش ہیں۔ جو مستند احادیث سے اخذ کئے ہیں۔

• سب ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔ نرمی سے کلام فرماتے، عام آدمیوں کی طرح بلا تکلف گھر میں رہنے والے۔

• ازواج مطہراتؓ کا حق ادا فرماتے نان و نفقہ کا بطور خاص اہتمام فرماتے تھے حتیٰ کہ وفات کے بعد بھی خرچ دیتے رہنے کا اہتمام فرماتے۔

• گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے اپنے ذاتی کام خود کرلیا کرتے تھے آپ اپنے کپڑے خود سی لیتے تھے، جوتے ٹانک لیا کرتے تھے اور گھر کا ڈول وغیرہ خود مرمت کر لیتے تھے۔ بکری خود دوہ لیتے تھے، جانوروں کو چارہ ڈالتے، مل کر کام کرالیتے۔ آٹا پسوا دیتے، خود ہی سودا سلف لاتے اور ضرورت کی چیزیں ایک کپڑے میں باندھ کر اٹھا لاتے۔

• ازواج مطہراتؓ کے رشتہ داروں سے بھی اچھا سلوک فرماتے ان کے پہلے بچوں کو اپنا بچہ کہتے۔

• ازواج مطہراتؓ کے جذبات، مزاج اور ذوق کے مطابق برتاؤ فرماتے۔ ان کے نیک اوصاف کی قدر فرماتے۔

• ساری زندگی میں کبھی اپنی کسی بیوی پر ہاتھ اٹھایا، نہ کبھی کسی خادم کو مارا۔

• ازواج مطہراتؓ میں سے کوئی بیمار ہوجاتیں تو آپ بذات خود ان کی تیمارداری فرماتے اور ہر قسم کا خیال رکھتے۔ جسمانی طور پر بھی آرام کا خیال رکھتے تھے ایک موقع پر اونٹنی چلانے والے نے بہت تیزی کے ساتھ اونٹنیوں کو چلایا تو آپؐ نے فرمایا شیشہ ہے یعنی صنفِ نازک ہے احتیاط سے۔ مخصوص ایام میں بھی خیال رکھتے۔

• اگر رات کو دیر سے گھر آتے تو کسی کو زحمت دیے یا جگائے بغیر کھانا یا دودھ خود تناول فرمالیا کرتے تھے۔ اگر کوئی بیوی آرام کر رہی ہو تو قدم بھی آہستہ رکھتے کہ نیند خراب نہ ہو۔

• جنگوں میں جاتے ہوئے بیویوں میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی فرماتے تھے اور جس کا قرعہ نکلتا اس کو ہمراہ لے جاتے تھے۔

• آپ نماز عصر کے بعد سب ازواج مطہراتؓ کو اس بیوی کے گھر بلالیتے جس کی باری ہوتی اس طرح سب سے روزانہ ملاقات ہوجاتی حال احوال دریافت فرمالیتے اور دینی تربیت فرماتے۔

• آپ کی کوئی بیوی کبھی آپ سے ناراض نہ ہوئی حتیٰ کہ سورت الاحزاب کی آیت 29 کے مطابق جب آپ نے دنیوی متاع لے کر رخصت ہونے کا اختیار دیا تو کسی نے بھی جدائی پسند نہ کی۔

• کھانے میں کبھی عیب نہ نکالتے جو میسر ہوتا صبر شکر سے کھالیتے انفرادی طور پر ازواج مطہراتؓ کے ساتھ آپس میں تعلق کا منفرد انداز تھا۔ جنت نظیر حجروں میں محبت کے دریا رواں تھے۔ سکینت اور سکون کا دور دورہ تھا۔ میٹھے میٹھے واقعات کی چند جھلکیاں پیش ہیں۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ مکہ کی مالدار تاجر خاتون تھیں۔ تین دفعہ شادی ہوئی تھی بچے بھی تھے۔ چالیس سال کی عمر میں پچیس سال کے جوان محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر شادی کی پیش کش کی۔ شادی ہوئی، دولہا کا اپنا کوئی مکان نہیں تھا۔ دلھن کے گھر آگئے۔ جہاں دھن دولت نوکر چاکر کی ریل پیل تھی۔ اس خیال سے کہ شوہر کو یہ محسوس نہ ہو کہ ان کی مالی حیثیت کم ہے۔ اپنی ساری متاع آپؐ کے حوالے کر دی اور اس پر کلی اختیار بھی دے دیا۔ آپؐ ایک سادہ مزاج غریبوں کے دکھ درد کو سمجھنے والے انسان تھے۔ ساری دولت، سارا سامان مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ سارے نوکروں کو آزاد کر دیا۔ اب گھر میں میاں بیوی تھے۔ حضرت خدیجہؓ کو کھانا پکانا تو کیا چولھا جلانے کی عادت نہیں تھی۔ دونوں نے مل کر آگ جلائی کھانا پکایا۔ اور ایک محبت بھرے گھر کی شروعات کیں اب حضرت خدیجہؓ اس آمد میں گزارا کرتیں جو ان کے شوہر کما کر لاتے اس میں بہت سکون تھا۔ حضرت خدیجہ ایک زیرک خاتون تھیں۔ انہوں نے آپؐ میں اپنے خالق و مالک کی غیر معمولی محبت دیکھی پھر وہ آپ کے اپنے معبود کی یاد میں حائل نہ ہوتیں۔ آپؐ گھر سے دور غار حرا میں وقت گزارنے لگے آپ کے لئے کھانا تیار کر کے دیتیں کبھی زیادہ دن ہوجاتے تو پریشان ہوتیں یہ سوچ کر کہ کھانا ختم ہوگیا ہوگا کھانا دے آتیں۔ ایک دن گھر واپس آئے تو خوف کا عالم تھا بدن پر کپکپی طاری تھی آپؐ نے کمبل اوڑھایا۔ جب ذرا طبیعت سنبھلی تو بیوی کو بتایا کہ آج ایک فرشتہ غار حرا میں میرے رب کا پیغام لے کر آیا تھا۔ انہونی سی بات سن کر بیوی کو کوئی بھی خیال آسکتا تھا۔ مگر وہ پل پل کی واقف مزاج شناس اور مدبر خاتون تھیں شادی کے پندرہ سال میں آپؐ کی افتاد طبع سے واقف تھیں، تسلی دیتے ہوئے کہتی ہیں:

’’اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ کی قسم! آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں، آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، آپ کمزور و ناتواں کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں، جنہیں کہیں سے کچھ نہیں ملتا وہ آپ کے یہاں سے پالیتے ہیں۔ آپ مہمان نواز ہیں اور حق کے راستے میں پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔‘‘

(بخاری بدء الوحی باب1)

حضرت خدیجہؓ نے وہ سارے مراحل دیکھے جو نبوت کا مقام ملنے سے پہلے آپؐ پر گزرے تھے اور نبوت پر ایمان لانے والی پہلی خاتون تھیں ہر طرح آپؐ کا ساتھ دیا۔ ایک مضبوط سہارا بن کر ساتھ رہیں۔ آپ سے آنحضورؐ کو اولاد عطا ہوئی۔ اس پرخلوص ساتھی کی موجودگی میں آپؐ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی بلکہ بعد میں بھی کافی عرصہ نہیں کی۔ آپؐ کی پچیس سالہ رفاقت کو ساری زندگی محبت سے یاد کرتے رہے ان کے اوصاف بیان کرتے۔ آپؐ نے شعب ابی طالب کی سختیوں میں خوب ساتھ نبھایا۔ آپؓ کی وفات والے سال کو عام الحزن قرار دیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ’’مجھے نبی کریمؐ کی کسی دوسری زندہ بیوی کے ساتھ اس قدر غیرت نہیں ہوئی جتنی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی حالانکہ وہ میری شادی سے تین سال قبل وفات پاچکی تھیں۔‘‘

(بخاری کتاب الادب باب حسن العھد من الایمان)

حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ کی آواز کان میں پڑتے ہی کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے اور خوش ہو کر فرماتے یہ تو خدیجہ کی بہن ہالہ آئی ہے اور آپ ﷺ کا یہ دستور تھا کہ گھر میں کبھی کوئی جانور ذبح ہوتا تو اس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں میں بھجوانے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل خدیجہ)

ام المؤمنین حضرت سودہؓ کی آپؐ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے مبارک الفاظ کو حرزِ جان بنالیتیں۔ اطاعت و فرمانبرداری میں خوشی محسوس کرتیں ایک دفعہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں ہی رہنا حضرت سودہؓ نے اس پر سختی سے عمل کیا پھر کبھی گھر سے نہ نکلیں کوئی سفر نہ کیا حتیٰ کہ حج بھی نہ کیا فرماتی تھیں، میں نے حج بھی کرلیا ہے اور عمرہ کی سعادت بھی حاصل کرلی ہے اب میں اپنے گھر میں ہی رہوں گی جیسا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے آنحضور ﷺ کی محبت میں آپؓ نے اپنا حق بھی چھوڑ دیا سمجھدار خاتون تھیں اندازہ تھا کہ آپؐ حضرت عائشہ کے ساتھ خوش رہتے ہیں اس خوشی کی خاطر اپنی باری کا دن بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ گزارنے کی اجازت دے دی۔

(سیر الصحابیات صفحہ33)

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ زمانہ ماموریت میں آپؐ کے ساتھ رہیں اور آپؐ کے حسن اخلاق کی گواہی اس طرح دی کہ قرآن ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اخلاق تھا۔

(مسند احمد:25108)

حضرت عائشہؓ کم عمر تھیں آپؐ نے اس کا لحاظ رکھا گڑیوں سے کھیلنے دیا سہیلیوں سے ملنے دیا۔ ان کے بہت ناز اٹھاتے تھے۔

ایک دفعہ کچھ فوجی نیزہ بازی کا مظاہرہ کر رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے یہ کھیل دکھانے کے لئے حضرت عائشہؓ کو اپنے پیچھے کھڑا کرلیا اور آپؓ دیر تک دیکھتی رہیں۔ آپؓ نے کھیل دیکھنے کے دوران کس بات کا لطف لیا، بیان کرتی ہیں کہ میں دیر تک آپؐ کے پیچھے آپؐ کے کندھے پر ٹھوڑی رکھے آپؐ کے رخسار سے رخسار ملا کر کھڑی رہی آپؐ میرا بوجھ سہارے کھڑے رہے۔ کیسا دونوں طرف سے پیار کا اظہار تھا۔

عطاء روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ابن عمرؓ اور عبید اللہ بن عمرؓ

کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب ترین بات بتائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہو۔ اس پر حضرت عائشہؓ آپؐ کی یاد سے بیتاب ہو کر رو پڑیں اور کہنے لگیں کہ آنحضور ﷺ کی ہر ادا ہی نرالی ہوتی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضور ﷺ ایک رات میرے پاس تشریف لائے۔ میرے ساتھ میرے بستر میں لیٹے پھر آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! کیا آج کی رات تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کرلوں۔ میں نے کہا خدا کی قسم! مجھے تو آپؐ کی خواہش کا احترام ہے اور آپ کا قرب پسند ہے۔ میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔ تب آپ اٹھے اور مشکیزہ سے وضو کیا۔ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور نماز میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو آپ کے سینہ پر گرنے لگے۔ نماز کے بعد آپ دائیں طرف ٹیک لگا کر اس طرح بیٹھ گئے کہ آپؐ کا دایاں ہاتھ آپؐ کے دائیں رخسار پر تھا۔ آپؐ نے پھر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسو زمین پر ٹپکنے لگے۔ آپؐ اسی حالت میں تھے کہ فجر کی اذان دینے کے بعد بلالؓ آئے جب انہوں نے آپ کو اس طرح گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ اتنا کیوں روتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ آپ کے گذشتہ اور آئندہ ہونے والے سارے گناہ بخش چکا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(تفسیر روح البیان زیر تفسیر سورہ آل عمران آیت 191تا192،

ماخوذ ازخطبہ جمعہ فرمودہ 18/ فروری 2005ء)

آپ ﷺ نے معمولی نزاع میں بھی حضرت عائشہؓ کو ثالثیت کا حق دیا اور ان کی پسند سے ثالث مقرر کیا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ کے ساتھ ایک دفعہ کچھ تکرار ہوگئی آپؐ نے مجھ سے پوچھ کر حضرت ابو بکرؓ کو ثالث بنایا۔ آپؓ نے بات سن کر ذرا سختی سے مجھ سے بات کی تو رسول کریم ﷺ فرمانے لگے اے ابو بکرؓ! ہم نے تجھے اس لیے تو نہیں بلایا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک کھجور کی چھڑی لی اور مجھے مارنے کو دوڑے۔ میں آگے آگے بھاگی اور جا کر رسول اللہؐ سے چمٹ گئی۔ رسول کریمؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا میں آپؓ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ اب آپؓ چلے جائیں۔ ہم نے آپؓ کو اس لیے نہیں بلایا تھا۔ جب وہ چلے گئے تو میں رسول اللہؐ سے الگ ہو کر ایک طرف جا بیٹھی۔ آپؐ فرمانے لگے عائشہؓ میرے قریب آجاؤ۔ مَیں نہیں گئی تو آپؐ مسکرا کر فرمانے لگے ابھی تھوڑی دیر پہلے تو تم نے میری کمر کو زور سے پکڑ رکھا تھا اور خوب مجھ سے چمٹی ہوئی تھیں۔

(خلاصہ از ازواج النبی ﷺ از محمد بن یوسف الصالحی مطبوعہ بیروت بحوالہ السمط الثمین صفحہ 50)

ایک دفعہ ان سے فرمانے لگے کہ: عائشہ! میں تمہاری ناراضگی اور خوشی کو خوب پہچانتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا: جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو اپنی گفتگو میں ربّ محمد (ﷺ) کہہ کر قسم کھاتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو ربّ ابراہیمؑ کہہ کر بات کرتی ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہاں یا رسول اللہ یہ تو ٹھیک ہے مگر بس میں صرف زبان سے ہی آپ ﷺ کا نام چھوڑتی ہوں۔ (دل میں تو آپ ہی آپ ہیں)

(بخاری کتاب النکاح باب غیرۃ النساء و وجد ھن)

ایک دن حضرت عائشہؓ گھر میں آنحضرت ﷺ سے کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ اوپر سے ان کے ابا حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے۔ یہ حالت دیکھ کر ان سے رہا نہ گیا اور اپنی بیٹی کو مارنے کے لیے آگے بڑھے کہ خدا کے رسول کے آگے اس طرح بولتی ہو۔ آنحضرتؐ یہ دیکھتے ہی باپ اور بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کی متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچا لیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ چلے گئے تو رسول کریمؐ حضرت عائشہؓ سے ازراہ تفنن فرمانے لگے۔ دیکھا آج ہم نے تمہیں تمہارے ابا سے کیسے بچایا؟ کچھ دنوں کے بعد حضرت ابو بکرؓ دوبارہ تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہؓ ہنسی خوشی باتیں کر رہی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے دیکھو بھئی تم نے اپنی لڑائی میں تو مجھے شریک کیا تھا اب خوشی میں بھی شریک کرلو۔

(ابوداؤد باب الادب)

اظہار تعلق الفاظ کا محتاج نہیں ہوتا محبت کرنے والے محسوس کر لیتے ہیں اور لطف لیتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضورؐ گوشت کی ہڈی یا بوٹی میرے ہاتھ سے لے لیتے اور بڑی محبت کے ساتھ اس جگہ منہ رکھ کر کھاتے جہاں سے میں نے اسے کھایا ہوتا تھا۔ میں کئی دفعہ پانی پی کر برتن حضورؐ کو پکڑا دیتی تھی۔ حضورؐ وہ جگہ ڈھونڈ کر جہاں سے میں نے پانی پیا ہوتا تھا وہیں منہ رکھ کر پانی پیتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الطھارۃ)

یہی والہانہ پیار تھا کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا آنحضورؐ کو اختیار تھا کہ بیویوں میں سے آپؐ جس کو چاہیں اس کی باری موئخر کر دیں اور جسے چاہیں اپنے ہاں جگہ دے دیں۔ پھر بھی زندگی میں ایک دفعہ بھی آپؐ نے یہ اختیار استعمال نہیں فرمایا۔ مگر مجھے اختیار ہو تو میں تو صرف آپؐ کے حق میں ہی استعمال کرتی۔

(بخاری کتاب التفسیر باب سورۃ الاحزاب باب279)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ مجھے اللہ کی ایک ایسی صفت کا علم ہے جس کا نام لے کر دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے وفور شوق سے عرض کیا کہ پھر مجھے بھی وہ صفت بتادیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے خیال میں تمہیں بتانا مناسب نہیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ جیسے روٹھ کر ایک طرف جا بیٹھیں کہ خود ہی بتائیں گے مگر جب آنحضرت ﷺ نے کچھ دیر تک نہ بتایا تو عجب شوق کے عالم میں خود اٹھیں، رسول کریمؐ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بس مجھے ضرور وہ صفت بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ دراصل اس صفت کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے دنیا کی کوئی چیز مانگنا درست نہیں اس لئے میں بتانا نہیں چاہتا۔ تب حضرت عائشہؓ پھر روٹھ کر الگ ہوگئیں۔ اور وضو کر کے مصلیٰ بچھا کر باآواز بلند یہ دعا کرنے لگیں کہ اے میرے مولیٰ! تجھے اپنے سارے ناموں اور صفتوں کا واسطہ۔ ان صفتوں کا بھی جو مجھے معلوم ہیں اور ان کا بھی جو میں نہیں جانتی کہ تُو اپنی اس بندی کے ساتھ عفو کا سلوک فرما۔ آنحضرت ﷺ پاس بیٹھے دیکھتے اور مسکراتے جاتے اور پھر فرمایا: اے عائشہ! بیشک وہ صفت انہی صفات میں سے ہے جو تم نے شمار کر ڈالیں۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰؓ کا دل تو آپؐ کی وسیع القلبی نے موہ لیا آپؓ نے شادی کے پیغام پر تین شرائط پیش کیں آپؐ نے تینوں کا حل پیش کر کے ان کا مان رکھا حضورؐ نے فرمایا جہاں تک آپ کی نازک مزاجی کا تعلق ہے سو اللہ تعالیٰ اسے دور کر دے گا رہا معاملہ عمر کا تو میں آپ سے بڑا ہوں اور بچوں کے لئے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اب آپ کے بچے میرے بچے ہوں گے۔ یہ تسلی بخش جواب سن کر حضرت ام سلمیٰؓ نے اپنے بیٹے سے کہا اب مجھے کوئی عذر نہیں میرا نکاح رسول اللہؐ سے پڑھ دو۔ آپ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو نعم البدل دیا وہ پہلے شوہر سے ہر لحاظ سے افضل اور بہتر ہیں۔

(ازواج مطہرات وصحابیات انسائیکلو پیڈیا صفحہ 166)

ایک دفعہ چند صحابہ آپؓ کے پاس آئے اور آنحضرت کی اندرون خانہ زندگی کے بارے میں پوچھا آپؓ نے جواب دیا، آنحضرتؐ کا ظاہرو باطن ایک ہے۔

(امت مسلمہ کی مائیں صفحہ 112)

ام المؤمنین حضرت زینبؓ کو اپنے آقا سے بہت محبت تھی اس بات پر فخر کرتی تھیں کہ اللہ نے ان کو آسمان سے آپؐ کی زوجیت میں دیا ہے پیارے آقا بھی آپ سے بہت محبت کرتے آپؐ کے حجرے میں نمازیں ادا کرتے یہی وہ لمبے ہاتھوں وال یعنی کثرت سے صدقہ خیرات کرنے والی بیگم تھیں جنہوں نے آنحضور ﷺ کے بعد سب سے پہلے وفات پائی۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کے آپؐ سے پیار کی انتہا دیکھئے کہ آپؓ نے اپنے والد ابوسفیان کا حضرت اقدسؐ کے بستر پر بیٹھنے کا ارادہ دیکھ کر بستر سمیٹ دیا۔ اور کہا ’’آپ مشرک ہیں اور یہ حضور ﷺ کا بستر ہے مجھے اچھا نہیں لگتا کہ آپ بستر پر بیٹھیں۔ میں کیسے برداشت کرسکتی ہوں کہ خدا کے نبیؐ کے بستر کو آپ ہاتھ لگائیں جب میں آپ سے جدا ہوئی تھی تو میں کافر تھی اب مجھے خدا تعالیٰ نے اسلام دیا ہے مجھے علم ہوگیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی کیا شان ہے اور آپ کی کیا حیثیت ہے‘‘

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ یہود سے تھیں کبھی کبھی دیگر ازواج مطہرات آپ کو یہودیہ کہہ دیتیں۔ جو آپؓ کو اچھا نہ لگتا۔ آپؐ نے کمال حکمت سے انہیں ایسا جواب سکھایا جس سے ان کو بجائے خفت کے اعزاز کا احساس ہوا۔ کیسی دلداری ہے فرمایا۔ تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں کس طرح مجھ سے زیادہ معزز ہو میں نبیوں کی اولاد ہوں۔ میرا باپ ہارون نبی تھا۔ میرا چچا موسیٰ اور میرا خاوند محمد ہے۔

جنگ خیبر سے واپسی پر حضرت صفیہؓ کو اونٹ پر بیٹھنے کی جگہ پر اپنی عبا اتار کر تہہ کر کے بچھائی پھر انہیں سوار کراتے وقت اپنا گھٹنا جھکا دیا اور فرمایا اس پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جاؤ

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب 36)

کیا شان ہے حضرت صفیہؓ کی آپؐ کے گھٹنے پر سہارا لے کر اونٹ پر سوار ہوتی ہیں۔ پھر ایک دن آپؐ حضرت صفیہؓ سے دلجوئی کی باتیں کرتے رہے آپؓ فرماتی ہیں، جب میں رسول کریم ﷺ کے پاس سے اٹھی تو آپؐ کی محبت میرے دل میں ایسی رچ چکی تھی کہ دنیا میں آپؐ سے بڑھ کر مجھے کوئی پیارا نہ رہا۔

(مجمع الزوائد لھیثمی جلد 9 صفحہ 15 بحوالہ طبرانی فی الاوسط)

ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کو آپؐ کا ساتھ صرف تین سال میسر رہا ۵۱ ہجری میں دفات پائی۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود آپؓ کی آنحضور ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ وصیت کی کہ مجھے وہاں دفن کرنا جہاں میں رسول پاک ﷺ سے پہلی دفعہ ملی تھی۔

پیار محبت کی اتنی حسین دنیا بسانے والے خدا کے خوف سے لرزاں یہ دعا بھی کرتے:۔

''اے اللہ! تو جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ انسانی حد تک جو برابر منصفانہ تقسیم ہوسکتی تھی وہ تو میں کرتا ہوں اور اپنے اختیار سے بری الذمہ ہوں۔ میرے مولیٰ اب دل پر تو میرا اختیار نہیں اگر قلبی میلان کسی خوبی اور جوہر قابل کی طرف ہے تو تُو مجھے معاف فرمانا''

(ابو داؤد کتاب النکاح 39)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ حضرت نبی کریم ﷺ سراج منیر کا عکس لے کر بدر کامل بن گئے تھے آپؑ کے بھی اخلاق فطری طور پر اپنے آقا و مطاع کا عکس تھے۔ جب آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خدیجہ حضرت نصرت جہاں بیگم خود سامان کرکے عطا فرمائی تو آپؑ نے ان کی بہت قدر کی سچے اور حقیقی دوستوں کی طرح حسنِ سلوک کیا۔

آپؑ نصف بہتر کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کو خدا سے صلح کے برابر سمجھتے فرماتے تھے:

''چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاقِ فاضلہ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان ہی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 300 ایڈیشن 1988ء)

اللہ پاک نے آپؑ کو الہام کیا:

خُذُوا الرِّفْقَ اَلرِّفْقَ فَاِنَّ الرِّفْقَ رَأْسُ الْخَيْرَاتِ یعنی نرمی کرو نرمی کرو کہ تمام نیکیوں کا سر نرمی ہے۔

آپؑ نے نصیحت فرمائی:

''اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی سے پیش آویں وہ ان کی کنیز کیں نہیں ہیں درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا ایک طرح معاہدہ ہے پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھہرو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:20) یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک سے زندگی کرو اور حدیث میں ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ یعنی تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے یعنی تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ ان کے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو۔ کیونکہ نہایت بد، خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے۔ جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندے برتن کی طرح جلد مت توڑو۔''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد نمبر 17 صفحہ 75 حاشیہ)

آپؑ کے گھر میں نیک سلوک کے بارے میں حضرت عبدالکریم سیالکوٹیؓ کا مشاہدہ دیکھئے:

''حضرت اقدسؑ کی اہلی زندگی میں عرصہ قریب پندرہ برس کے گزرتا ہے حضرت نے بار دیگر خدا تعالیٰ کے امر سے معاشرت کے بھاری اور نازک فرض کو اٹھایا ہے۔ اس اثنا میں کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ خانہ جنگی کی آگ مشتعل ہوئی ہو۔ کوئی بشر خیال کرسکتا ہے ضعیف اور کم علم جنس کی طرف سے اتنے دراز عرصہ میں کوئی ایسی ادا یا حرکت خلاف طبع سرزد نہ ہوئی ہو گی تجربہ اور عرف عام گواہ ہے کہ خانہ نشین ہم پہلو کج طبعی اور جہالت سے کیسے کیسے رنج دہ امور کے مصدر ہوا کرتے ہیں بایں ہمہ وہ ٹھنڈا دل بہشتی قلب قابل غور ہے جسے اتنی مدت میں کسی قسم کی رنجش اور تنغص عیش کی آگ کی آنچ تک نہ چھوئی ہو''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از عبدالکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 16)

گڑ کے چاول

حضرت اقدسؑ اپنی اہلیہ سے بے حد محبت کرتے اور آپ کی عزت اور قدر کرتے تھے اور انہیں اپنے لئے مبارک وجود سمجھتے تھے حضرت اماں جان کو بھی اس کا احساس تھا بعض دفعہ بڑے ناز سے کہا کرتیں۔

''میرے آنے کے ساتھ آپ کی زندگی میں برکتوں کا دور شروع ہوا ہے''

اس پر حضورؑ مسکرا کر جواب دیتے، ہاں ٹھیک ہے۔

حضرت اماں جانؓ بھی حضور سے بہت محبت کرتی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دو سینوں میں ایک ہی دل دھڑک رہا ہے جس طرح عام میاں بیوی میں جھگڑے ہوتے ہیں ویسے ان دونوں میں کبھی کوئی جھگڑا نہ ہوتا حضورؑ حضرت اماں جان کے ساتھ پیار سے نرم لہجے میں بات کرتے گھر کے کاموں میں کبھی کوئی اونچ نیچ ہو بھی جاتی تو آپؑ کچھ نہ کہتے۔ ایک واقعہ حضرت اماں جان نے خود سنایا بیان کرتی ہیں 'میں پہلے پہل جب دلی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ گڑ کے میٹھے چاول پسند فرماتے ہیں چنانچہ میں نے بہت شوق اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا۔ وہ بالکل راب سی بن گئی جب پتیلی چولہے سے اتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ تو خراب ہوگئے۔ ادھر کھانے کا وقت ہوگیا تھا حیران تھی کہ اب کیا کروں اتنے میں حضرت صاحب آگئے۔ میرے چہرے کو دیکھا جو رنج اور صدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے؟ پھر فرمایا نہیں یہ تو بہت اچھے ہیں 'میرے مذاق کے مطابق پکے ہیں ایسے زیادہ گڑ والے ہی تو مجھے پسندیدہ ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں اور پھر خوش ہو کر کھائے۔۔۔ حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کیں کہ میرا دل بھی خوش ہوگیا

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ حصہ اول صفحہ 315-316)

کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
کہ مَیں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا
چُن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کے لیے
سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاناں تیرا

شعائر اللہ

حضرت اقدسؑ الدار میں گرمیوں میں صحن میں سویا کرتے تھے۔ بارش ہوجاتی تو بستر وغیرہ اٹھا کر اندر لے جانے پڑتے حضرت اماں جان نے تجویز دی کہ آدھے صحن پر چھت ڈال لی جائے تو یہ تکلیف کم ہوسکتی ہے۔ بعض احباب نے اس تجویز کی مخالفت کی مگر حضورؑ نے اماں جان کی بات رکھی فرمایا ''خدا تعالیٰ نے مجھے لڑکوں کی بشارت دی اور وہ اس بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے اس لئے میں اسے شعائر اللہ سے سمجھ کر اس کی خاطر داری رکھتا ہوں اور جو وہ کہے مان لیتا ہوں''

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ صفحہ 229)

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب اپنے عینی مشاہدہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

آپ تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے ہوش میں نہ کبھی حضورؑ کو حضرت ام المؤمنین سے ناراض دیکھا نہ سنا۔ بلکہ ہمیشہ وہ حالت دیکھی جو ایک آئیڈیل جوڑے کی ہونی چاہئے۔ بہت کم خاوند اپنی بیویوں کی وہ دلداری کرتے ہیں جو حضورؑ حضرت ام المؤمنین کی فرمایا کرتے تھے''

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ صفحہ 231)

میں ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ تم میرے بعد زندہ رہو

حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ بیان کرتی ہیں:

''مجھے یاد ہے کہ حضور اقدسؑ حضرت والدہ صاحبہ کی بے حد قدر و محبت کرنے کی وجہ سے آپ کی قدر میرے دل میں بڑھا کرتی تھی۔ آپ باوجود اس کے کہ انتہائی خاطر داری اور ناز برداری آپؑ کی حضرت اقدس کو ملحوظ رہتی کبھی حضورؑ کے مرتبہ کو نہ بھولتی تھیں۔ بے تکلفی میں بھی آپ پر پختہ ایمان اور اس وجود مبارک کی پہچان آپؑ کے ہر انداز و کلام سے مترشح تھی جو مجھے آج خوب یاد ہے۔ آخر میں بار بار وفات کے متعلق الہامات ہوئے، تو ان دنوں بہت غمگین رہتیں۔ ایک بار مجھے یاد ہے کہ حضرت والدہ صاحبہ نے حضرت اقدسؑ سے کہا۔ (ایک دن تنہائی میں الگ نماز پڑھنے سے پہلے نیت باندھنے سے پیشتر) کہ ''میں ہمیشہ یہ دعا کرتا ہوں کہ تم میرے بعد زندہ رہو اور میں تم کو سلامت چھوڑ جاؤں'' ان الفاظ پر غور کریں اور اس محبت کا اندازہ کریں جو حضرت مسیح موعودؑ آپؓ سے فرماتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد ایک بہت بڑی تبدیلی آپ میں واقع ہوئی پھر میں نے آپ کو پرسکون ''مطمئن'' اور بالکل خاموش نہیں دیکھا۔ حق اور محض حق ہے کہ حضرت اماں جانؓ کو خدا تعالیٰ نے سچ مچ اس قابل بنایا تھا۔ کہ وہ ان کو اپنے مامور کے لئے چُن لے اور اس وجود کو اپنی خاص ''نعمت'' قرار دے کر اپنے مرسلؑ کو عطا فرمائے۔''

(مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی صفحہ 48-49)

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر ہوا اور شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔ حضور علیہ السلام اس بات سے بہت کبیدہ خاطر ہوئے، بہت رنجیدہ ہوئے، بہت ناراض ہوئے اور فرمایا:

''ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے۔'' حضور علیہ السلام بہت دیر تک معاشرت نسواں کے بارہ میں گفتگو فرماتے رہے اور آخر پر فرمایا:

''میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع و خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیتِ الٰہی کا نتیجہ ہے''

(ملفوظات جلد اول)

آپس میں حسن سلوک کے شاندار نمونے جو ہمارے پیاروں نے اپنے عمل سے ہمیں دکھائے ان کی پیروی کرکے ہم گھروں کا سکون اور جنت کما سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے آمین اللّٰھم آمین۔

مرتبہ:۔ظہیر احمد خان۔انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

بنیادی مسائل کے جوابات

قسط 24

سوال:۔ اس سوال پر کہ روزہ کے دوران اگر کسی خاتون کے ایام حیض شروع ہو جائیں تو اسے روزہ کھول لینا چاہیئے یا اس روزہ کو مکمل کر لینا چاہیئے۔ نیز جب یہ ایام ختم ہوں تو سحری کے بعد پاک صاف ہو سکتے ہیں یا سحری سے پہلے پاک ہونا ضروری ہے؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 30 اپریل 2020ء اس سوال کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔حضور نے فرمایا:۔

جواب:۔ عورت کی اس فطرتی حالت کو قرآن کریم نے ''أَذًى'' یعنی تکلیف کی حالت قرار دیا ہے۔ اور اسلام نے اس کیفیت میں عورت کو ہرقسم کی عبادات کے بجالانے سے رخصت دی ہے۔ اس لئے جس وقت ایام حیض شروع ہو جائیں اسی وقت روزہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور ان ایام کے پوری طرح ختم ہونے پر اور مکمل طور پر پاک ہونے کے بعد ہی روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ نیز جو روزے ان ایام میں (بشمول آغاز اور اختتام والے دن کے) چھوٹ جائیں، ان روزوں کو رمضان کے بعد کسی وقت بھی پورا کیا جاسکتا ہے۔

سوال:۔ ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے نام اپنے خط میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ایک حدیث کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے ایک خزانہ کی خاطر تین شخص قتال کریں گے (اور مارے جائیں گے) تینوں خلیفوں (حکمران) کے بیٹے ہوں گے لیکن وہ خزانہ ان میں سے کسی کو بھی نہ ملے گا۔ پھر مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نمودار ہوں گے وہ تمہیں ایسا قتل کریں گے کہ اس سے قبل کسی نے ایسا قتل نہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے کچھ اور باتیں بھی ذکر فرمائیں جو مجھے یاد نہیں، پھر فرمایا جب تم ان (مہدی) کو دیکھو تو ان کی بیعت کرو اگرچہ تمہیں برف پر گھٹنوں کے بل گھسٹ کر جانا پڑے۔ کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ المہدی ہیں۔'' درج کر کے اس کے ایک حصہ کی تشریح کر کے اس بارہ میں حضور کی رائے دریافت کی۔ نیز حدیث کے ایک حصہ کے بارہ میں مزید وضاحت چاہی ہے۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 30 مئی 2020ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب ارشاد فرمایا۔ حضور نے فرمایا:۔

جواب:۔ آپ نے اس حدیث کا حوالہ البحر الزخار سے درج کیا ہے جبکہ یہ حدیث صحاح ستہ میں سے سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المہدی میں بھی روایت ہوئی ہے۔ حدیث میں بیان کنز اور خلیفوں کے بیٹوں کے بارہ میں آپ کی بیان کردہ تشریح ایک ذوقی تشریح ہے۔

میرے خیال میں اس حدیث میں آنحضور ﷺ نے امت مسلمہ میں آئندہ زمانہ میں نمودار ہونے والے مختلف واقعات کی خبر دی ہے۔ جن میں بعض واقعات دنیاوی امور سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض روحانی امور سے متعلق ہیں۔خزانہ سے مراد اگرچہ بہت سے علماء نے خانہ کعبہ کا خزانہ مراد لیا ہے، مگر وہ خزانہ تو بہت سے حکمرانوں کے ہاتھ لگا بھی ہے۔ اس لئے حدیث میں مذکور خزانہ سے مراد خانہ کعبہ کا خزانہ مراد نہیں ہو سکتا۔کیونکہ حدیث میں حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ وہ خزانہ ان میں سے کسی کو نہیں ملے گا۔

لہٰذا اس سے مراد وہ روحانی خزانہ ہے جس کی آنحضور ﷺ نے اپنے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے اجراء کی صورت میں بشارت عطاء فرمائی تھی۔ اور چونکہ اس خزانہ کو پانے کیلئے قرآن کریم نے سب سے اوّل شرط ایمان اور عمل صالح قرار دی ہے، جو ان دنیاوی حکمرانوں میں مفقود ہو چکی تھی، اس لئے انہوں نے اس کے حصول کیلئے قتال یعنی جنگیں تو بہت کیں لیکن کسی کے ہاتھ وہ روحانی خزانہ نہ آیا۔

اسی لئے اس حدیث میں آنحضور ﷺ نے خزانہ کیلئے قتال کرنے والوں کیلئے صرف ''ابن خلیفۃ'' کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔یعنی وہ خلیفہ بمعنی جانشین ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ خلیفہ یا نبوت کی بناء پر ملنے والی خلافت کے تابع خلیفہ نہیں ہوں گے۔ جبکہ اسی حدیث میں حضور ﷺ نے اس شخص کیلئے جسے یہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا روحانی خزانہ ملنا تھا ''خلیفۃ اللہ المہدی'' کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

اس حدیث میں مسلمانوں کے قتل و غارت کا جو ذکر ہے، آپ نے اس کے بارہ میں اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ مہدی کے ذریعہ ہوگا۔ جو میرے نزدیک درست نہیں ہے۔

اگر اس سے مراد ظاہری قتل وغارت اور خونریزی لی جائے تو یہ مہدی کے ذریعہ ہرگز نہیں ہوسکتی بلکہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ایک دوسری حدیث (مندرج مشکوۃ المصابیح) میں ''مُلْكًا عَاضًّا'' اور ''مُلْكًا جَبْرِيَّةً'' کے الفاظ میں بیان پیشگوئی کے مطابق، ان ہر دو ادوار میں مسلمانوں کی آپس کی جنگوں میں ہونے والی خونریزی اور کشت وخون ہے۔ نیز تیرھویں صدی میں منگولوں کے ہاتھوں ہونے والی مسلمانوں کی قتل و غارت مراد ہے۔

خلیفۃ اللہ المہدی کے ذریعہ اس قتل وغارت کے وقوع پذیر نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے آنے والے مہدی کی ایک نشانی ''يَضَعُ الْحَرْبَ'' یعنی وہ جنگ وجدال اور کشت وخون کا خاتمہ کر دے گا'' (صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسی) بیان فرمائی ہے۔ پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو حضور ﷺ آنے والے مہدی کو امن و آشتی کا علمبردار قرار دے رہے ہوں اور دوسری طرف اسی کے ذریعہ امت محمدیہ کے افراد کی ایسی خونریزی کی اطلاع دے رہے ہوں جیسی خونریزی پہلے زمانوں میں کبھی کسی نہ کی ہو؟

پھر اس حدیث میں راوی کا یہ بیان کہ ''اس کے بعد حضور ﷺ نے کچھ اور باتیں بھی فرمائیں جو مجھے یاد نہیں۔'' خاص توجہ کا متحمل ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ وہ امور دجال کے ظہور کے بارہ میں ہوں کیونکہ متعدد ایسی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جن میں حضور ﷺ نے دجال کے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیا اور اس کے مقابلہ کیلئے اپنی امت کو مسیح موعود کی آمد کی خوشخبری عطاء فرمائی۔ راوی کے مطابق ان باتوں کے بعد حضور ﷺ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کا ذکر فرمایا اور ان کی بیعت کو لازمی قرار دیتے ہوئے تاکیداً فرمایا کہ اگر تمہیں برف کی سلوں سے گھٹنوں کے بل گھسٹ کر بھی جانا پڑے تو ضرور اس کی بیعت کرنا، کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ المہدی ہے۔

پس حضور ﷺ نے اس حدیث میں تین الگ الگ زمانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک وہ زمانہ جب حضور ﷺ اور خلافت راشدہ کا مبارک دور حسب منشاء الٰہی اختتام پذیر ہوجائے گا۔ اور اس کے بعد مسلمان آپس میں جنگ وجدال کریں گے اور اپنے ہی لوگوں کو تہہ تیغ کر کے ان کا خون بہائیں گے، اس وقت وہ روحانی خزانہ سے محروم ہو جائیں گے۔ دوسرا وہ زمانہ جب مسلمانوں کے دنیاوی لحاظ سے بھی کمزور ہو جانے کی وجہ سے ان کے غیر مسلم مخالفین انہیں خونریزی کا نشانہ بنائیں گے۔ اور پھر تیسرا وہ زمانہ جب آنحضور ﷺ کی بشارتوں کے مطابق امام مہدی اور مسیح محمدی کی بعثت ہوگی اور امت محمدیہ کا وہ حصہ جو حضور ﷺ کے اس غلام صادق اور روحانی فرزند کی بیعت کر کے اس کی آغوش میں آ جائے گا، اس کیلئے ایک مرتبہ پھر اسی تر و تازگی کا زمانہ آئے گا جس کا مشاہدہ امت محمدیہ نے اپنے آقا و مطاع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے عہد مبارک میں کیا تھا اور اِس وقت پھر ''صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا'' کی نوید ان خوش نصیبوں کیلئے پوری ہو گی۔

حدیث میں مندرج قتل و غارت کو اگر استعارۃً لیا جائے تو پھر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جس طرح صحیح بخاری میں ''يَضَعَ الْحَرْبَ'' والی حدیث میں مذکورہ ''فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ'' کا حقیقی مطلب صلیب توڑنا اور سؤر مارنا نہیں۔ بلکہ اس سے مراد عیسائیت کی طرف سے اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دینا مراد ہے، اسی طرح امام مہدی کے ذریعہ مسلمانوں کے قتل سے مراد ان میں راہ پا جانے والے غلط عقائد کا قلع قمع کرنا اور دین کی تجدید کر کے اسے آنحضور ﷺ کی تعلیمات کے عین مطابق دنیا میں رائج کرنا ہو گا۔

پس میرے خیال میں اگر اس حدیث کو اس طرح لیا جائے تو زیادہ بہتر تشریح بنتی ہے اور قتل کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے۔

سوال:۔ ایک عرب دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ اباضیہ فرقہ کی حدیث کی کتاب مسند الربیع بن حبیب میں بیان احادیث کو جماعت احمدیہ صحیح سمجھتی اور ان پر عمل کرتی ہے؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 30 مئی 2020ء میں اس استفسار پر درج ذیل ارشاد فرمایا۔حضور نے فرمایا:۔

جواب:۔ احادیث نبویہ ﷺ کے بارہ میں جماعت احمدیہ کا عقیدہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں یہ ہے کہ قرآن کریم اور سنت کے بعد تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے اور وہ قرآن کی خادم اور سنت کی خادم ہے۔لیکن جو حدیث قرآن اور سنت کے نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس کے قبول کرنے سے قرآن کو اور ان تمام احادیث کو جو قرآن کے موافق ہیں ردّ کرنا پڑتا ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن و سنت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر

اس کو ترجیح دیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن شریف کی اتباع کریں۔ اور احادیث کی جو پیغمبر خدا سے ثابت ہیں اتباع کریں۔ضعیف سے ضعیف حدیث بھی بشرطیکہ وہ قرآن شریف کے مخالف نہ ہو ہم اسے واجب العمل سمجھتے ہیں۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حدیث نصوص بینہ قطعیہ صریحۃ الدلالت قرآن کریم سے صریح مخالف واقع ہو گو وہ بخاری کی ہو یا مسلم کی میں ہرگز اس کی خاطر اس طرز کے معنی کو جس سے مخالفت قرآن لازم آتی ہے قبول نہیں کروں گا۔

پس جو بھی حدیث مذکورہ بالا معیار کے مطابق ہوگی، خواہ وہ کسی بھی کتاب کی ہو جماعت احمدیہ کے نزدیک قابل قبول اور قابل حجت ہے۔

سوال: کسی خاتون کا اپنی مرضی سے اپنا بچہ اپنی جیٹھانی کو دیکر، کئی سال بعد دونوں خاندانوں میں اختلاف کی صورت پیدا ہو جانے پر ماں کی طرف سے بچہ کی واپسی کے مطالبہ کے بارہ میں ایک خط حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں موصول ہوا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مؤرخہ 24 جون 2020ء میں اس بارہ میں درج ذیل ہدایات عطاء فرمائیں۔حضور نے فرمایا:۔

جواب: عام دنیوی اشیاء کی لین دین میں جب انسان اپنی مرضی اور خوشی سے کسی کو اپنی چیز دیدیتا ہے تو پھر اس چیز کی واپسی کے مطالبہ کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ اولاد اگرچہ اس قسم کی دنیوی اشیاء میں تو شمار نہیں ہوتی لیکن پھر بھی جب کوئی شخص اپنی مرضی اور خوشی سے کسی کو اپنا بچہ دیدے اور دوسرا شخص اسے اپنی اولاد کی طرح رکھے تو پھر اس کی واپسی کا مطالبہ بھی اخلاقاً ناپسندیدہ ہے اسی لئے جماعتی قضاء نے تمام حالات کا جائزہ لیکر یہی فیصلہ دیا ہے کہ حقیقی ماں کا اپنے بچہ کی واپسی کا مطالبہ درست نہیں۔

میرے نزدیک اگر بچہ کی عمر نو سال سے زیادہ ہے تو اب فقہی اصول خیار التمیز کے تحت اس معاملہ کا فیصلہ ہونا چاہئے اور بچہ سے پوچھنا چاہئے کہ وہ کس کے پاس رہنا چاہتا ہے، جہاں بچہ اپنی مرضی اور خوشی سے جانے کا عندیہ دے بچہ کو وہیں رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ دونوں خاندانوں کو عقل اور سمجھ عطاء فرمائے، آپ خدا تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے محض اس کی رضا کی خاطر ایک دوسرے کیلئے اپنے جائز حقوق چھوڑ کر ان جھگڑوں کو ختم کرنے والے ہوں۔ آمین

سوال: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ طلباء جامعہ احمدیہ گھانا کی Virtual نشست مؤرخہ 05 دسمبر 2020ء میں ایک طالبعلم کے اس سوال پر کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کو نہیں مانتے ان کو سمجھانے کیلئے سب سے مضبوط دلیل کونسی ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

جواب: بات یہ ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کو نہیں مانتے وہ بات سننا بھی نہیں چاہتے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کی مضبوط دلیلیں تو اپنا ذاتی تجربہ ہے۔ آپ ان کو کہیں کہ تم کہتے ہو خدا نہیں ہے میں کہتا ہوں خدا ہے۔ میں نے خدا سے مانگا، اس نے مجھے دیدیا۔آپ کی کوئی دعا قبول ہوئی ناں؟ آپ نے کبھی دعا کی، آپ کی دعا قبول ہوئی کہ نہیں ہوئی؟ (طالبعلم نے عرض کیا کہ جی، جی قبول ہوئی۔) بس تو جو خدا کو نہیں مانتے ان سے کہو کہ تم کہتے ہو کہ خدا تعالیٰ نہیں ہے۔ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے مانگا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا۔ میرا تو اللہ تعالیٰ کی ذات میں ذاتی تجربہ ہے۔ میں کس طرح کہہ دوں کہ خدا تعالیٰ نہیں ہے۔ ہاں تم بھی اگر کوشش کرو گے تو پھر تمہیں بھی اللہ مل جائے گا۔ لیکن یہ لوگ جو خدا کو نہیں مانتے یہ لوگ بڑے ڈھیٹ لوگ ہوتے ہیں۔ یہاں بھی ایک Atheist ہے جس کا نام Richard Dawkins ہے۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کو نہیں مانتا۔ اور اس نے خدا تعالیٰ کے خلاف کتاب بھی لکھی ہے۔ میں نے اس کو Five volume commentary بھی بھجوائی اور اسلامی اصول کی فلاسفی اور دوسری کتابیں بھی بھجوائیں۔ اور میں نے کہا یہ پڑھو پھر ہم سے بات کرو، تمہیں پتہ لگے کہ خدا کیا ہے اور خدا کا کیا تصور ہے۔ اس نے کہا میں نے کچھ نہیں پڑھنا صرف تم میری کتاب پڑھو، میں نے تمہاری کتابیں کوئی نہیں پڑھنی۔ تو یہ لوگ ڈھیٹ ہوتے ہیں، اور جو ڈھیٹ ہو جائیں انہوں نے کسی طرح نہیں ماننا۔ ہاں جن کے اندر تھوڑی سی نیک فطرت ہوتی ہے ان سے ذاتی تعلق رکھو اور ان کو پھر اپنے ذاتی تعلق کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے قریب لے کے آؤ۔ بعض دفعہ جو اپنا قرب ہے وہ بھی اثر ڈالتا ہے اور دوسرے انسان کیلئے تبدیلی کا باعث بن جاتا ہے۔ تو ذاتی تجربہ جو ہے وہ سب سے مؤثر چیز ہے۔ یہاں میرے پاس بھی کئی دفعہ ملاقاتیں کرنے والے، پریس والے بعض لوگ آتے ہیں۔ بعض نے بعد میں اظہار کیا کہ ہم خدا کو تو نہیں مانتے لیکن اگر کبھی خدا کو مانا تو ہم تمہارے خلیفہ کی وجہ سے مانیں گے کہ اس نے ہمیں خدا تعالیٰ کی صحیح طرح بات بتائی ہے۔ پھر دلوں کو نرم کرنے کیلئے دعا ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو نرم بھی کرے۔ اس لئے اپنا ذاتی نمونہ جو ہے وہ بہت ضروری ہے وہ پیش کریں اور قبولیت دعا کیلئے اپنے تجربات بیان کریں۔ سب سے زیادہ تو یہ ہے کہ میرے ساتھ اللہ کا کیا سلوک ہے۔ جب اپنے ساتھ اللہ کا سلوک بتائیں گے تو وہ جو First-hand experience ہے اس سے لوگ پھر زیادہ Impressed ہوتے ہیں۔ باقی دلیلیں تو بے شمار ہیں۔ ”ہمارا خدا ہے“، ”ہستی باری تعالیٰ کے دس دلائل ہیں“، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی کتاب ”ہستی باری تعالیٰ“ ہے۔ یہ ساری کتابیں اردو میں بھی ہیں اور انگلش میں بھی آگئی ہیں۔ یہ پڑھو اور ان کو بھی یہ پڑھنے کیلئے دو۔ اسی طرح اگر کوئی پڑھا لکھا آدمی ہے اور وہ پڑھنا چاہتا ہے تو اس کو ایک تو اسلامی اصول کی فلاسفی پہلے دینی چاہیئے، پھر ہستی باری تعالیٰ کے دس دلائل ہیں وہ دینی چاہیئے۔ یہ چھوٹی چھوٹی کتابیں ہیں۔ پھر حضرت خلیفہ رابعؒ کی کتاب Revelation Rationality ہے اس کا ایک Chapter جو خدا تعالیٰ کی ذات پہ ہے وہ بھی بعضوں کو متاثر کر دیتا ہے۔ ”ہمارا خدا“ کی بھی انگلش ٹرانسلیشن ہو چکی ہے وہ دینی چاہیئے کہ پڑھو۔ اب پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی نہیں مانتا تو ہمارا کام تو صرف پیغام پہنچانا ہے، کسی کی ہدایت کیلئے ہم گارنٹی نہیں دے سکتے۔ ہدایت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے سپرد لی ہے۔ ہمارے سپرد صرف تبلیغ کی ذمہ داری ڈالی ہے کہ ہم تبلیغ کریں اور اللہ تعالیٰ کے رستہ کی طرف لے کے آئیں۔

سوال: اسی ملاقات میں ایک اور طالبعلم نے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ کیا ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سوال کے جواب میں فرمایا:۔

جواب: اللہ کی عبادت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ میں نے انسان کو عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ اور اپنی پیدائش کا جو حق ہے وہ ادا کرو۔ پہلی بات تو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ایمان بالغیب۔ ایمان بالغیب کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ، نمازیں قائم کرو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے نماز قائم کرو، تو دوسری اہم چیز عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد نمازوں کی ادائیگی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں انسان جب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے سب سے قریب ہوتا ہے۔ اس لئے سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا قرب عطاء کرے۔

جو تم سے مانگتا ہوں وہ دولت تمہیں تو ہو۔

اللہ سے کہو جو دولت میں تجھ سے مانگ رہا ہوں وہ تم ہی ہو۔ مجھے پیسہ نہیں چاہیئے، مجھے دنیا نہیں چاہیئے۔ مجھے تیرا قرب چاہیئے۔ اور جب تیرا قرب مل جائے گا تو دنیا کی دولت بھی میری لونڈی بن جائے گی، میری غلام بن جائے گی اور دنیا کی سہولتیں بھی میری غلام بن جائیں گی۔ اور میری روحانیت بھی بڑھ جائے گی۔ تو پھر سجدہ میں دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا قرب عطاء کرے۔ ٹھیک۔

سوال: اسی Virtual نشست مؤرخہ 05 دسمبر 2020ء میں ایک اور طالبعلم نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ نماز میں لذت کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

جواب: لذت کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ اس کا ایک سادہ سا طریقہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بتایا ہے کہ تم رونی شکل بنالو۔ جب انسان ظاہری طور پر اپنی شکل بناتا ہے تو جیسی حالت طاری کرنے کی کوشش کرتا ہے دل کے جذبات بھی پھر ویسے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ جب سورۃ فاتحہ پڑھ رہے ہو تو اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کو بار بار دہراؤ اور غور کرو اور رونی شکل بناتے جاؤ تو ایک وقت میں تمہیں رونا آجائے گا۔ جب تمہیں رونا آئے گا، جب دل پہ رقت طاری ہوگی، نرمی پیدا ہوگی تو پھر تمہیں اس میں ایک لذت آنی شروع ہوگی۔ پھر جب تم رکوع میں جاؤ گے، پھر تم دعا پڑھو گے پھر تمہیں لذت آئے گی۔ پھر سمع اللہ کہو گے تو پھر تمہیں لذت آئے گی۔ سجدہ میں جاؤ گے پھر بے چینی سے تڑپو گے، پھر تمہیں لذت آئے گی۔ تو اسی شکل کو اپنے آپ پہ طاری کرنا پڑے گا۔ ایک مجاہدہ ہے، ایک کوشش ہے، وہ کوشش کرو گے تو پھر لذت پیدا ہوتی جائے گی۔ اور جب ایک دفعہ لذت آجائے گی تو پھر تمہیں مزہ آتا رہے گا۔ ہر دفعہ ہی تم کوشش کرو گے کہ میں نماز میں اللہ کے حضور حاضر ہوں اور روؤں تو مجھے مزہ آئے، مجھے لطف آئے۔ اور جو اللہ کے آگے سجدہ میں رونے کا مزہ آتا ہے ناں وہ ہر مزہ سے بہت بڑھ کے ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے؟ اور اللہ سے یہ دعا کرو کہ جس عہد کے ساتھ تم جامعہ احمدیہ میں آئے ہو اللہ تعالیٰ اس عہد کو پورا کرنے کی، نبھانے کی توفیق دے۔ اور تم ایک اچھے مربی اور مبلغ بن کے نکلو اور اپنی قوم میں تبلیغ کر کے اس قوم کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکانے والے بنو۔ اور پھر ان میں سے بھی وہ لوگ پیدا ہوں جن کو عبادتوں میں لذت آئے۔

جاوید اقبال ناصر۔مربی سلسلہ جرمنی

قربانی کا فلسفہ، حکمت و مصلحت

حج کی تکمیل کے لئے قربانی ایک لازمی جزو ہے۔اسی طرح عید الاضحیٰ بھی قربانی کو چاہتی ہے۔لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ قربانی کس چیز کا نام ہے؟ کون سی قربانی کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم صادر فرمایا ہے؟ کیا ظاہری طور پر کسی جانور کو ذبح کر دینے سے قربانی کا مفہوم پورا ہو جاتا ہے؟ یا قربانی کسی اور چیز کا نام ہے؟ بہت سے سوال انسان کے ذہن میں جنم لیتے ہیں۔اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ قربانی کے فلسفہ، حکمت و مصلحت کو واضح کیا جائے۔

دُنیا میں جو کام بھی انسان بجالاتا ہے۔ایک اُس کی ظاہری شکل ہے اور ایک باطنی۔ظاہر میں اگر کوئی عمل جتنا بھی اچھا ہو خدا تعالیٰ کے سامنے اِس کی کوئی قدر و قیمت نہیں جب تک اُس کا باطن بھی اُس کی تائید نہیں کرتا۔اسی طرح اگر کوئی عمل خواہ دنیا کی نظر میں اچھا نہ بھی ہو لیکن کرنے والے کی نیت، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس کو قبول کر لیا کرتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے کا معاملہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں دی گئی چیز خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کی خدا تعالیٰ کو کوئی غرض نہیں۔ہاں اگر خدا تعالیٰ کو غرض ہے تو اُس کی نیت اور تقویٰ کے ساتھ ہے۔کہ کس نیت اور خلوص سے وہ چیز اللہ تعالیٰ کو پیش کی گئی ہے۔اور اُس کی نیت اور تقویٰ کے مطابق خدا تعالیٰ اُس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر سورۃ الحج آیت نمبر 38 میں اس طرح کیا ہے۔ لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُهُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ یعنی ہر گز اللہ تک نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون لیکن تمہارا تقویٰ اس تک پہنچے گا۔

قربانی اگر عاجزی اختیار کرتے ہوئے اور خدا تعالیٰ کے پیار میں کی جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کو بہت بڑھاتا ہے۔جیسا کہ فرمایا وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ (البقرہ:262) اور ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اس مضمون کو ایک جگہ اس طرح بیان فرمایا ’’جس شخص نے پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ دیا اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ چیز ہی قبول کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ پھر صدقہ دینے والے کے لیے اُس کو بڑھاتا ہے۔ اِسی طرح جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنا بچھیرا پالتا ہے۔یہاں تک کہ وہ (صدقہ) پہاڑ برابر ہو جاتا ہے‘‘

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسب طیب)

قربانی کے فلسفہ، حکمت و مصلحت کو اس زمانے کے خاتم الخلفاء حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات، خطابات و خطبات میں بار بار بیان فرمایا۔اِسی طرح آپؑ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آپؑ کے خلفاء کرام نے بھی جماعت کے سامنے اس مضمون کو متعدد دفعہ پیش کیا۔تا کہ قربانی کی اصل حقیقت و روح کو سمجھا جاسکے۔چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام قربانی کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’عام لوگ جانوروں کی قربانی کرتے ہیں خاص لوگ دلوں کو ذبح کرتے ہیں‘‘

’’دلوں کی پاکیزگی سچی قربانی ہے۔گوشت اور خون سچی قربانی نہیں۔جس جگہ عام لوگ جانوروں کی قربانی کرتے ہیں خاص لوگ دلوں کو ذبح کرتے ہیں۔مگر خدا نے یہ قربانیاں بھی بند نہیں کیں۔تا معلوم ہو کہ ان کی قربانیوں کا بھی انسان سے تعلق ہے‘‘

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 482)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا:

’’حقیقی قربانی کے لیے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے‘‘

’’خوف اور محبت اور قدر دانی کی جڑھ معرفت کاملہ ہے۔پس جس کو معرفت کاملہ دی گئی اس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی۔اور جس کو خوف اور محبت کامل دی گئی اس کو ہر ایک گناہ سے جو بے باکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔پس ہم اس نجات کے لیے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجت مند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔اسلام کے معنے ہیں ذبح ہونے کے لیے گردن آگے رکھ دینا۔ یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت کی روح اور تمام احکام کی جان ہے۔ ذبح ہونے کے لیے اپنی دلی خوشی اور رضا سے گردن آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے۔ پس اسلام کا لفظ اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لیے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے نہ کسی اور چیز کی ضرورت‘‘

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20صفحہ 151-152)

اسلام میں قربانی کی روح بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا۔وہ تو روحانیت اور مغز کو قبول کرتا ہے‘‘

’’اللہ تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا۔وہ تو روحانیت اور مغز کو قبول کرتا ہے۔اس لیے فرمایا لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُهُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ‘‘

(ملفوظات جلد 4صفحہ 81)

ایک اور جگہ آپؑ نے فرمایا:

’’انسان کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں۔اور اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو‘‘

’’خدا تعالیٰ نے شریعتِ اسلام میں بہت سے ضروری احکام کے لیے نمونے قائم کیے ہیں چنانچہ انسان کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اور اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو۔پس ظاہری قربانیاں اسی حالت کے لیے نمونہ ٹھہرائی گئی ہیں لیکن اصل غرض یہی قربانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُهُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ یعنی خدا کو تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ خون پہنچتا ہے مگر تمہاری تقویٰ اُس کو پہنچتی ہے۔یعنی اُس سے اتنا ڈرو کہ گویا اُس کی راہ میں مرہی جاؤ اور جیسے تم اپنے ہاتھ سے قربانیاں ذبح کرتے ہو۔اسی طرح تم بھی خدا کی راہ میں ذبح ہو جاؤ۔جب کوئی تقویٰ اس درجہ سے کم ہے تو ابھی وہ ناقص ہے‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23صفحہ 99 حاشیہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ قربانی کا فلسفہ یوں بیان فرماتے ہیں:

’’جس طرح ان جانوروں کا خون کراتے ہو ایسا ہی تم بھی خدا کی فرمانبرداری میں اپنے خون تک سے دریغ نہ کرو‘‘

’’جیسے ہم ایک جانور پر جو ہماری ملک اور قبضہ میں ہے جزوی مالکیت کے دعوے سے چھری چلاتے ہیں اسی طرح ہمیں بھی اپنے مولیٰ کے حضور جو ہمارا سچا خالق ہے اور ہم پر پوری اور حقیقی ملکیت رکھتا ہے اپنی تمام نفسانی خواہشوں کو اس کے فرمانوں کے نیچے ذبح کر دینا چاہئے۔ قربانی کرنے سے یہ مراد نہیں کہ اس کا گوشت اللہ تعالیٰ کو پہنچتا ہے بلکہ اس سے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی فرمانبرداری کا نظارہ مقصود ہے تا تم بھی قربانی کے وقت اس بات کو نظر رکھو کہ تمہیں بھی اپنی تمام ضرورتوں، اعزازوں، ناموریوں اور خواہشوں کو خدا کی فرمانبرداری کے نیچے قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔جس طرح ان جانوروں کا خون کراتے ہو ایسا ہی تم بھی خدا کی فرمانبرداری میں اپنے خون تک سے دریغ نہ کرو۔ انسان جب ایسا کرے تو وہ کوئی نقصان نہیں اٹھاتا۔ دیکھو! ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا نام دنیا سے نہیں اٹھا۔ ان کی عزت و اکرام میں فرق نہیں آیا۔ پس تمہاری سچی قربانی کا نتیجہ بھی بد نہیں نکلے گا۔ وَلٰکِنۡ یَّنَالُهُ التَّقۡوٰی (الحج:38) تقویٰ خدا کو لے لیتا ہے۔ جب خدا مل گیا تو پھر سب کچھ اسی کا ہو گیا۔معجزوں کی حقیقت بھی یہی ہے۔ جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو اس کو تمام ذرات عالم پر ایک تصرف ملتا ہے۔اس کی صحبت میں ایک برکت رکھی جاتی ہے۔اور یہ ایک فطرتی بات ہے کہ ایک انسان کے اخلاق کا اثر دوسرے کے اخلاق پر پڑتا ہے۔بعض طبائع ایسی بھی ہیں جو نیکوں کی صحبت میں نیک اور بدوں کی صحبت میں بد ہو جاتی ہیں‘‘

(خطبات نور صفحہ 276 خطبہ عید الاضحیٰ 15 جنوری 1908)

اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’قربانی کہتے ہیں اللہ کے قرب کے حصول اور اس میں کوشش کرنے کو‘‘

’’قربانیوں کی لمبی تاریخیں ہیں۔قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم کے وقت سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر ذکر ہے۔ وَاتۡلُ عَلَیۡهِمۡ نَبَاَ ابۡنَیۡ اٰدَمَ بِالۡحَقِّ ۘ اِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنۡ اَحَدِهِمَا وَلَمۡ یُتَقَبَّلۡ مِنَ الۡاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقۡتُلَنَّکَ ؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۲۸﴾ (المائدہ:28) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد آدم (یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ کتنے آدم گزرے ہیں بہرحال ایک آدم کی اولاد) نے قربانی کی ’’قربانی‘‘ کہتے ہیں اللہ کے قرب کے حصول اور اس میں کوشش کرنے کو۔میرا ایک دوست تھا۔اسے کبوتروں کا بہت شوق تھا۔ شاہجہانپور سے تین سو روپے کا جوڑا منگوایا۔اسے اڑا کر تماشا کر رہا تھا کہ ایک بحری نے اس پر حملہ کیا اور اسے کاٹ دیا۔میں نے کہا کہ دیکھو یہ بھی قربانی ہے۔باز ایک جانور ہے، اس کی زندگی بہت سی قربانیوں پر موقوف ہے۔اسی طرح شیر ہے، اس کی زندگی کا انحصار کئی دوسرے جانوروں پر ہے۔بلی ہے، اس پر چوہے قربان ہوتے ہیں۔ پھر پانی میں ہم دیکھتے ہیں کہ مچھلیوں میں بھی یہ طریق قربانی جاری ہے۔ویل مچھلی پر ہزاروں مچھلیوں کو قربان ہونا پڑتا ہے۔اسی طرح اژدہا ہے کہ جس پر مرغا قربان ہوتا ہے۔

غرض اعلیٰ ہستی کے لئے ادنیٰ ہستی قربان ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح انسان کی خدمت میں کس قدر جانور لگے ہوئے ہیں۔ کوئی ہل کے لئے، کوئی بگھیوں کے لئے، کوئی لذیذ غذا بننے کے لئے۔ پھر اس سے اوپر بھی ایک سلسلہ چلتا ہے، وہ یہ کہ ایک آدمی دوسروں کے لئے اپنے مال یا اپنے وقت یا اپنی جان کو قربان کرتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ لڑائیوں میں ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہوتے ہیں۔ سپاہی قربان ہوتے جائیں مگر افسر بچ رہے۔ پھر افسر قربان ہوتے جائیں مگر کمانڈر انچیف کی جان سلامت رہے۔ پھر کئی کمانڈر انچیف بھی ہلاک ہو جاویں مگر بادشاہ بچ رہے۔غرض قربانی کا سلسلہ دور تک چلتا ہے۔ اس پر بعض ہندو جو ذبح اور قربانی پر معترض ہیں ان سے ہم نے خود دیکھا کہ جب کسی کے ناک میں کیڑے پڑ جاویں تو پھر ان کو جان سے مارنا کچھ عیب نہیں سمجھتے بلکہ ان کیڑوں کے مارنے والے کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔شکریہ کے علاوہ مالی خدمت بھی کرتے ہیں۔ پھر اس سلسلہ کائنات سے آگے اگلے جہان کے لئے بھی قربانیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اگلے زمانہ میں دستور تھا کہ جب کوئی بادشاہ مرتا تو اس کے ساتھ بہت سے معززین کو قتل کر دیا جاتا تا اگلے جہان میں اس کی خدمت کرسکیں۔‘‘

(خطبات نور صفحہ 374-375 خطبہ عید الاضحیٰ 3 جنوری 1909)

پھر ایک جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’رؤیاء کا عام مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھے تو اس کی بجائے کوئی بکرا وغیرہ ذبح کر دے‘‘

’’حضرت ابراہیم علیہ السلام جس ملک میں تھے شام اس کا نام تھا۔ وہاں آدمی کی قربانی کا بہت رواج تھا۔ اللہ نے انہیں ہادی کر کے بھیجا اور اللہ نے ان کو حقیقت سے آگاہ کیا۔حضرت ابراہیمؑ نے رویاء میں دیکھا جبکہ ان کی ننانوے سال عمر تھی کہ میں بچہ کو قربان کروں۔ ایک ہی بیٹا تھا۔ دوسری طرف اللہ کا وعدہ تھا کہ کبھی مردم شماری کے نیچے تیری قوم نہ آئے گی۔ ادھر عمر کا یہ حال ہے اور بچہ چلنے کے قابل ایک ہی ہے، اسے حکم ہوتا ہے کہ ذبح کر دو۔ رؤیاء کا عام مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھے تو اس کی بجائے کوئی بکرا وغیرہ ذبح کر دے۔ اسی طرح یہاں لوگوں کو کہا کہ میں بیٹے کو ذبح کرتا ہوں مگر وحی الٰہی سے حقیقت معلوم ہوئی کہ دنبہ ذبح کرنا چاہئے۔ پس لوگوں کو سمجھایا کہ اے لوگو! تمہارے بزرگوں نے جو کچھ دیکھ کر یہ قربانی انسانی شروع کی اس کی حقیقت بھی یہی ہے کہ آدمی کی قربانی چھوڑ کر جانور کی قربانی کی طرف توجہ کرو۔ اس کی برکت یہ ہوئی کہ ہزاروں بچے ہلاک ہونے سے بچ گئے۔ کیونکہ انہیں ادنیٰ کو اعلیٰ پر قربان کرنے کا سبق پڑھا دیا گیا‘‘

(خطبات نور صفحہ 375-376 خطبہ عید الاضحیٰ 3 جنوری 1909)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ قربانی کی فلاسفی اور حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’جو شخص قربانی کرتا ہے وہ گویا اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دوں گا‘‘

’’بعض لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کیا خدا تعالیٰ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ہندوؤں کے دیوتاؤں کی طرح خون کا پیاسا اور گوشت کا بھوکا ہے کہ وہ جانوروں کی قربانی کرنے کا حکم دیتا ہے اور اُن کی جان کی قربانی کو شوق سے قبول فرماتا ہے اور قربانی کرنے والوں کو بہشت کی بشارت دیتا ہے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ دیا ہے کہ قربانیوں میں یہ حکمت نہیں ہے کہ ان کا گوشت یا اُن کا خون خدا تعالیٰ کو پہنچتا ہے بلکہ اس میں حکمت یہ ہے کہ ان کی وجہ سے انسانی قلب میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور وہ تقویٰ خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ پس وہ لوگ جو بکرے یا اونٹ یا گائے کی قربانی کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پالیا وہ غلطی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صاف طور پر فرماتا ہے کہ یہ کوئی چیز نہیں کہ خود ہی جانور ذبح کیا اور خود ہی کھالیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کو کیا۔ یہ تو تصویری زبان میں ایک حقیقت کا اظہار ہے جس کے اندر بڑی گہری حکمت پوشیدہ ہے جیسے مصور ہمیشہ تصویریں بناتے ہیں مگر ان کی غرض صرف تصویر بنانا نہیں ہوتی بلکہ ان کے ذریعہ قوم کے سامنے بعض اہم مضامین رکھنے ہوتے ہیں۔۔۔ اسی طرح یہ ظاہری قربانی بھی ایک تصویری زبان ہے جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جانور ذبح کرنے والا اپنے نفس کی قربانی پیش کرنے کے لیے تیار ہے پس جو شخص قربانی کرتا ہے وہ گویا اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دوں گا‘‘

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 57)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’ہم ہر سال جب عید الاضحیٰ مناتے ہیں تو وہ روح تلاش کریں جو ان قربانیوں کے پیچھے ہونی چاہیے‘‘

’’کیا یہ قربانی اور عید کی خوشیاں جو ہیں جو ہم عید پر مناتے ہیں یہی اس عید کا مقصد ہیں۔ یہ بکرے اور بھیڑیں ذبح کرنا اور خود بھی باربی کیو سے لطف اُٹھانا گوشت سے تکّے بنا کر اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بھی اپنے ساتھ اس میں شامل کرنا کیا یہی اس قربانی کا مقصد ہے؟ کیا یہ کوئی ایسا کام ہے جس پر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہو اور مسلمانوں سے کہہ رہا ہے اس بات پر کہ آج میں تم پر بہت خوش ہوں کہ تم بکرے اور بھیڑیں اور گائیاں اور بعض لوگ اُونٹ بھی ذبح کرتے ہیں کہ جو جانور ذبح کر رہے ہو؟۔۔۔قربانی کی عید کے پیچھے صرف اتنی سی بات نہیں ہے کہ بکرا ذبح کرلو اور عید کی نماز کے بعد سب سے پہلا یہی کام کرو کہ بکرا ذبح کرنا ہے اور اس کے بعد اس کا گوشت کھانا ہے۔۔۔ پس ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہر سال جو عید آتی ہے اس سے ہم اپنے روحانی معیار کس طرح بلند کر سکتے ہیں، اپنی قربانیوں کے معیار کس طرح بلند کر سکتے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے اِن بکرے، دنبے، گائے وغیرہ ذبح کرنے سے کوئی غرض نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے انسان کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ تو وہ مقصد پورا کرنے والے انسان دیکھنا چاہتا ہے۔ ورنہ یہ گوشت وغیرہ جو ہیں یہ تو صرف اگر صرف ذبح کرنے کی نیت سے ہی کیے جا رہے ہیں تو یہ تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔۔۔ لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا یاد رکھو کہ ان قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتے۔ پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم ہر سال جب عید الاضحیٰ مناتے ہیں تو وہ روح تلاش کریں جو ان قربانیوں کے پیچھے ہونی چاہیے اور ہے اور وہ روح کیا ہے، اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دے دیا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ لیکن تمہارے دل کا تقویٰ جو ہے وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔۔۔ پس یہ ظاہری نمونے اس روح کو قائم کرنے کے لیے ہیں، ورنہ ہمارا جانور قربان کرنا یہ نیکی نہیں ہے، نہ گوشت کھانا نیکی ہے، نہ ہی یہ گوشت اور خون اللہ تعالیٰ تک پہنچتے ہیں‘‘

(خطبہ عید الاضحیہ بیان فرمودہ 20 دسمبر 2007)

اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ:

’’پس ہر عبادت اور قربانی تقویٰ کی روح کو چاہتی ہے۔۔۔ اس کے بغیر یہ سب عبادتیں اور قربانیاں منہ پر ماری جاتی ہیں‘‘

’’خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ عید مناؤ اس لیے کہ یہ قربانی کی عید تمہیں قربانی کے اسلوب سکھاتی ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق چلنے کی طرف توجہ دلاتی ہے، ان حکموں پر غور کرنے کی طرف توجہ دلاتی ہے جو تقویٰ کے معیار بلند کرتے ہیں، اُن ماں، بیٹا اور باپ کی قربانیوں کی طرف توجہ دلاتی ہے، جنہوں نے اپنے جذبات کو قربان کیا، جو صرف چھری پھروانے اور پھیرنے کے عارضی نمونہ دکھانے والے نہیں تھے، بلکہ مسلسل لمبا عرصہ قربانیاں دینے والے تھے، جنہوں نے دنیا کو امن اور سلامتی کے اسلوب سکھانے کے لئے، نہ صرف اپنے جذبات کو قربان کیا، اپنے آرام کو قربان کیا، اپنے وطن کو قربان کیا بلکہ ان دعاؤں میں مسلسل لگے رہے کہ خدا تعالیٰ آئندہ آنے والی نسلوں میں بھی ایسا انتظام کر دے (کہ وہ) دنیا کے لیے امن اور سلامتی دینے والے بن جائیں، تقویٰ کی وہ راہیں دکھانے والے ہوں (اور وہ) اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہر چیز پر مقدم کرتے ہوئے تقویٰ کا اعلیٰ معیار قائم کر دیں، جن کے نمونے دنیا کے لیے ہمیشہ کے لیے رہنما بن جائیں۔ پس حضرت ابراہیمؑ اور آپؑ کی بیوی اور بیٹے کی قربانی کی یاد میں جو ہم عید قربان مناتے ہیں اور مناسکِ حج ادا کرتے ہیں یہ ظاہری قربانیاں اور اظہار نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑے مقصد کی طرف توجہ دلانے والی ہیں، ہماری قربانیاں جو بکروں، بھیڑوں اور گائیوں کی ہم کرتے ہیں، یہ صرف ہماری بڑائی کے اظہار یا لوگوں پر اپنی نیکیاں ظاہر کرنے کے لیے نہیں کہ فلاں شخص نے بڑا خوبصورت اور مہنگا دنبہ قربان کیا یا فلاں نے بڑی خوبصورت اور مہنگی گائے قربان کی۔ اگر تقویٰ سے عاری یہ قربانیاں ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خواہش اور دعا کے بغیر یہ قربانیاں ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ردّ کرنے کے قابل ہیں، اِسی طرح ہلاکت کا باعث بن جاتی ہیں یہ، جس طرح نمازیں ہلاکت کا باعث بنتی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے نہیں پڑھی جاتیں، بلکہ صرف دکھاوے کی ہوتی ہیں۔۔۔ پس ہر عبادت اور قربانی تقویٰ کی روح کو چاہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کو چاہتی ہے اس کے بغیر یہ سب عبادتیں اور قربانیاں منہ پر ماری جاتی ہیں۔۔۔ ہم جو آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کے ماننے والے ہیں، ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اُس روح کی تلاش کریں جو اِن قربانیوں کی روح ہے‘‘

(خطبہ عید الاضحیہ بیان فرمودہ 06 اکتوبر 2014ء)

ایک اور جگہ آپ نے اس کی فلسفی یوں بیان فرماتے ہیں:

’’قربانی ایک ادنیٰ چیز کا اعلیٰ چیز کے لیے قربانی کا ایک ظاہری اظہار ہے‘‘

’’قربانی ایک ادنیٰ چیز کا اعلیٰ چیز کے لیے قربانی کا ایک ظاہری اظہار ہے۔ اور یہ احساس دلانے کے لیے کہ انسان ایک ادنیٰ چیز کو اپنے لیے قربان کرسکتا ہے۔ پس جب انسان ایک جانور کو اپنے لیے قربان کرسکتا ہے تو پھر انسان کو بھی سوچنا چاہیے کہ وہ اعلیٰ چیز کے لیے، اعلیٰ مقصد کے لیے اپنے آپ کو قربان کرے۔ یہ اقرار کرے کہ مَیں بھی اعلیٰ چیز کے لیے اپنے آپ کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اور ایک مومن کے لیے اعلیٰ چیز جس کے لیے اسے ہر قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے وہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کے لیے ہر قربانی کے لیے پیش کرنا ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو پورا کرنا ہے۔ جان، مال اور وقت کو پورا کرنے کے لیے بخوشی راضی اور تیار ہونا ہے۔ اور یہی تقویٰ ہے

اور یہی وہ مقصد ہے جس کا احساس ہر سال تازہ کرنے کے لیے عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے کہ اپنے اس قربانی کے مقصد کو بھول نہ جانا‘‘

(خطبہ عید الاضحیٰ فرمودہ مورخہ 22؍اگست 2018ء)

پھر آپ نے اسی خطبہ عید الاضحیٰ میں فرمایا:

’’قربانیاں اور یہ عید کی خوشیاں تقویٰ نہیں پیدا کر رہیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی دو ٹکے کی بھی حیثیت نہیں‘‘

’’جب ہم دنیا کے حالات پر نظر دوڑاتے ہیں تو بدقسمتی سے مسلمانوں میں سب سے زیادہ یہ صورتحال نظر آتی ہے کہ وہ تقویٰ سے دور ہیں۔ دوسرے سے قربانی لینے کا تو بڑھ چڑھ کر مطالبہ کرتے ہیں لیکن اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے، اپنی حالتوں کو نہیں دیکھتے، اپنی حالتوں پر غور نہیں کرتے۔۔۔ حج پر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کا اعلان بھی کرتے ہیں۔ لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کا ورد بھی کرتے ہیں، اعلان بھی کرتے ہیں۔ جانوروں کی قربانی بھی کرتے ہیں اور اسی طرح حج کے علاوہ بھی جیسا کہ میں نے کہا باقی دنیا میں رہنے والے بھی حسب توفیق قربانی کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے اس اعلان پر غور نہیں کرتے کہ لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُہَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ۔ کہ یاد رکھو کہ ان قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتے لیکن تمہارے دل کا تقویٰ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ پس اگر یہ حج اور قربانیاں اور یہ عید کی خوشیاں تقویٰ نہیں پیدا کر رہیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی دو ٹکے کی بھی حیثیت نہیں، معمولی حیثیت بھی نہیں‘‘

(خطبہ عید الاضحیٰ فرمودہ مورخہ 22؍اگست 2018ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’پس وہ لوگ جو کہ دنیا میں ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کی فرمانبرداری سے وہ ابراہیمی مراتب حاصل کر سکتے ہیں‘‘

’’حضرت ابراہیمؑ کے عملدرآمد اور ان کی تعلیم کا خلاصہ قرآن شریف نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے کہ جیسا اس کے رب نے اسے کہا اَسۡلِمۡ تو فرمانبردار ہو جا تو ابراہیمؑ نے کوئی سوال کسی قسم کا نہیں کیا اور نہ کوئی کیفیت دریافت کی کہ میں کس امر میں فرمانبرداری اختیار کروں؟ بلکہ ہر ایک امر کے لئے خواہ وہ کسی رنگ میں دیا جاوے اپنی گردن کو آگے رکھ دیا اور جواب میں کہا اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (البقرہ:132) کہ میں تو رب العالمین کا تابعدار ہو چکا۔ ابراہیم علیہ السلام کی یہی فرمانبرداری اپنے رب کے لئے تھی جس نے اسے خدا کی نظروں میں برگزیدہ بنا دیا۔ وہ لوگ جو ابراہیمؑ کا دین یعنی ہر طرح اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنا اختیار نہیں کرتے ’غلطی کرتے ہیں اور اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو سفیہ قرار دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اسے دنیا میں بھی برگزیدہ کیا۔ پس وہ لوگ جو کہ دنیا میں ترقی کرنا چاہتے ہیں وہ غور کریں کہ خدا کی فرمانبرداری سے وہ ابراہیمی مراتب حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر ایک قسم کی عزت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہے اور یہ سب کچھ اَسۡلَمۡتُ کا نتیجہ ہے۔ وَوَصّٰی بِہَاۤ اِبۡرٰہٖمُ بَنِیۡہِ (البقرہ:133) ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کو بھی یہی سکھایا کہ جب تک خدا تعالیٰ حکم دے تب تک ہی تم اس کی اطاعت کرتے رہو‘‘

(خطبات نور صفحہ 183 خطبہ عید الاضحیٰ 16 فروری 1905ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’قربانی کرتے ہو تو ابراہیمی قربانی کرو۔ زبان سے اِنِّیۡ وَجَّہۡتُ وَجۡہِیَ لِلَّذِیۡ کہتے ہو تو روح بھی اس کے ساتھ متفق ہو‘‘

قربانی کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ جب یہ شروع ہوئی اس وقت دیکھو کیسے مشکلات تھے اور اب بھی دیکھو۔ ابراہیم علیہ السلام بہت بوڑھے اور ضعیف تھے۔ 99 برس کی عمر تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اولاد صالح عنایت کی۔ اسمٰعیل جیسی اولاد عطا کی۔ جب اسمٰعیلؑ جوان ہوئے تو حکم ہوا کہ ان کو قربانی میں دیدو۔ اب ابراہیم علیہ السلام کی قربانی دیکھو۔ زمانہ اور عمر وہ کہ 99 تک پہنچ گئی۔ اس بڑھاپے میں آئندہ اولاد کے ہونے کی کیا توقع اور وہ طاقتیں کہاں؟ مگر اس حکم پر ابراہیم نے اپنی ساری طاقتیں ساری امیدیں اور تمام ارادے قربان کر دیئے۔ ایک طرف حکم ہوا اور معاً بیٹے کو قربان کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر بیٹا بھی ایسا سعید بیٹا تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ (الصّٰفّٰت:103) تو وہ بلا چون و چرا یونہی بولا کہ اِفۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ (الصّٰفّٰت:103) ابا! جلدی کرو۔ ورنہ وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ خواب کی بات ہے، اس کی تعبیر ہو سکتی ہے۔ مگر نہیں۔ کہا پھر کہہ ہی لیجئے۔ غرض باپ بیٹے نے فرمانبرداری دکھائی کہ کوئی عزت، کوئی آرام، کوئی دولت اور کوئی امید باقی نہ رکھی۔ یہ آج ہماری قربانیاں اسی پاک قربانی کا نمونہ ہیں۔ مگر دیکھو کہ اس میں اور ان میں کیا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور اس کے بیٹے کو کیا جزا دی؟ اولاد میں ہزاروں بادشاہ اور انبیاء پیدا کئے۔ وہ زمانہ عطا کیا جس کی انتہا نہیں۔ خلفا ہوں تو وہ بھی ملت ابراہیمی میں۔ سارے نواب اور خلفاء الٰہی دین کے قیامت تک اسی گھرانے میں ہونے والے ہیں۔ پس اگر قربانی کرتے ہو تو ابراہیمی قربانی کرو۔ زبان سے اِنِّیۡ وَجَّہۡتُ وَجۡہِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ (الانعام:80) کہتے ہو تو روح بھی اس کے ساتھ متفق ہو۔ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الانعام:163) کہتے ہو تو کر کے بھی دکھاؤ۔۔۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا بنتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے ورنہ نامراد مرتا ہے۔ پس ایسے بنو کہ موت آوے خواہ وہ کسی وقت آوے مگر تم کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار پاوے۔ یاد رکھو کہ مرکر اور مرتے ہوئے بھی اللہ کے ہونے والے نہیں مرتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال صالحہ کی توفیق دے۔ جو اپنی اصلاح نہیں کرتا اور اپنا مطالعہ نہیں کرتا وہ پتھر ہے۔ اور دنیا کے ایچ پیچ کام نہیں آتے۔ کام آنے والی چیز نیکی اور اعمال صالحہ ہیں۔ خدا سب کو توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(خطبات نور صفحہ 142 خطبہ الاضحیٰ 11مارچ 1903ء)

رپورٹ: عبدالنور۔ نمائندہ الفضل آن لائن آئیوری کوسٹ

ہفتہ خلافت احمدیہ، جماعت آئیوری کوسٹ

جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کو امسال جماعتی روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ملک بھر میں 27 مئی تا 03 جون 2022ء، ہفتہ خلافت احمدیہ منانے کی توفیق ملی۔ ہفتہ کا باقاعدہ آغاز کئی اضلاع میں باجماعت یا انفرادی نماز تہجد کے ساتھ کیا گیا۔ احباب جماعت نے کئی مقامات پر انفرادی صدقات بھی دیئے۔

عشرہ کے دوران امیر و مشنری انچارج صاحب آئیوری کوسٹ کی جانب سے موصولہ رہنمائی کے مطابق ریجنل مبلغین کرام نے تمام ریجنز میں پروگرام کا انعقاد کیا جس میں عشرہ کے دوران خطبات جمعہ، جلسہ ہائے یوم خلافت نیز دروس و ریڈیو پروگرامز کا انعقاد کیا گیا۔ اس پروگرام کے تحت ملک بھر کے 18 ریجنز کی کل 84 جماعتوں میں ان پروگرامز کا انعقاد کیا گیا جس میں یوم خلافت کے حوالے سے 70 اجلاسات و اجتماعات کا انعقاد کیا گیا جن میں شاملین کی کل تعداد 2500 کے قریب رہی مبلغین کرام و معلمین کرام کے ساتھ ساتھ لوکل احمدی احباب نے بھی ان اجلاسات و اجتماعات میں خلافت کے موضوع پر تقاریر کیں جبکہ ساتھ ہی سوال و جواب کی نشست بھی رکھی گئی جس میں خلافت سے متعلق شاملین کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ جبکہ 65 خطبات جمعہ بعنوان ’’خلافت احمدیہ‘‘ دیئے گئے جن کے سامعین کی تعداد 8000 کے قریب رہی۔ ساتھ ہی ساتھ نماز فجر و مغرب کے بعد مختلف مقامات پر دروس کا اہتمام بھی کیا گیا۔ تمام ریجنز میں 200 سے زائد دروس کا اہتمام کیا گیا۔ آئیوری کوسٹ کے مختلف مقامات پر ریڈیو سٹیشنز پر ہفتہ وار پروگرامز کا انعقاد بھی کی جاتا ہے۔ دوران عشرہ کئی ایک مقامات پر ریڈیو پروگرامز یوم خلافت کی مناسبت سے نشر کئے گئے۔ ان پروگرامز کی تعداد موصولہ رپورٹ کے مطابق 25 ہے جن کے سامعین کی تعداد 15000 کے قریب ہے۔ ساتھ ہی کئی ایک مقامات پر بک سٹالز کا بھی انعقاد کیا گیا جن میں بقیہ کتب کے ساتھ خلافت کے عنوان پر جماعتی کتب بزبان فرنچ بھی نمایاں طور پر رکھی گئیں جن سے کئی ایک افراد مستفیض ہوئے۔ الحمد للہ علی ذلک

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان پروگرامز کے دور رس اثرات مرتب کرے اور جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کے ہر فرد کو خلافت سے مضبوط تعلق قائم کرنے والا اور خلافت کا سلطان نصیر بنائے۔ آمین

ایڈیٹر کے نام خطوط

• مکرم ابن ایف آر بسمل لکھتے ہیں۔

آپ کی طرف سے ’’روز نامہ الفضل کو جاری ہوئے 109 سال مکمل ہونے پر قارئین کو مبارکباد پیش ہے‘‘ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی آپ نے ساری دنیا کے قارئین الفضل کو اس خوشی میں شامل کر لیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کی سورۃ الحدید کی آیت 26 پر ایک حسین علمی discussion ہے فرمایا ’’...معلوم ہوتا ہے کہ حدید نے اپنا فعل ’’بَأْسٌ شَدِيْدٌ‘‘ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کیا کہ اس سے سامان جنگ وغیرہ تیار ہو کر کام آتا تھا مگر اس کے فعل ’’مَنَافِعُ لِلنَّاسِ‘‘ کا وقت یہ مسیح اور مہدی کا زمانہ ہے کہ اس وقت تمام دنیا حدید (لوہے) سے فائدہ اٹھا رہی ہے... میں بھی سارے مضمون لوہے کے قلم سے لکھتا ہوں۔ مجھے بار بار قلم بنانے کی عادت نہیں ہے اس لئے لوہے کا قلم استعمال کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے سے کام لیا ہم بھی لوہے ہی سے لے رہے ہیں اور وہی لوہے کی قلم تلوار کا کام دے رہی ہے۔ (تفسیر حضرت مسیح موعود جلد 8 صفحہ 83)

حوالے تو کئی ہیں ایک جگہ فرمایا ’’مسیح موعود اور مہدی کا کام یہی ہے کہ وہ لڑائیوں کے سلسلہ کو بند کرے گا اور قلم، دعا، توجہ سے اسلام کا بول بالا کرے گا‘‘ (تفسیر حضرت مسیح موعود جلد 8 صفحہ 69)

چنانچہ لکھنے کا ذوق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیدا کیا۔ اس عاجز کے دادا ایک غیر معروف صحابی تھے ان کا ایک تبلیغی اشتہار ہمارے گھر ہوتا تھا۔ جس کا ذکر والد صاحب نے بھیرہ کی تاریخ احمدیت میں کیا ہے۔ والد صاحب بھی ساری عمر نظم و نثر لکھتے رہے۔ اس عاجز نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد لکھنے کا آغاز خلافت ثالثہ میں کیا اور لکھتا چلا گیا مسعود احمد دہلوی صاحب نے اس عاجز کے کئی مضمون الفضل میں شائع کئے پھر نسیم سیفی صاحب نے شائع کئے۔ ان کا نظریہ تھا کہ اپنے پروفیشن کے لحاظ سے سائنس اور انجینئرنگ پر بھی لکھا جائے ان کے بعد عبدالسمیع صاحب نے الفضل کا قلمدان سنبھالا اور اس عاجز کے مضامین بھی کثرت سے شائع کئے۔ پھر حالات نے پلٹا کھایا اور گلدستہ علم و ادب اور پھر لندن سے الفضل آن لائن ابوسعید صاحب کی ادارت میں جاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ الفضل آن لائن میں بھی ابوسعید صاحب فراخدلی سے اس عاجز کے مضامین دیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب الفضل کے ایڈیٹرز کو اجر عظیم دے جنہوں نے اس عاجز کو بھی writers کی صف میں لا کھڑا کیا۔ اس کے پیچھے خلیفہ وقت کی قوت قدسی اور دعائیں ہیں جو اپنا کام دکھا رہی ہیں۔

دعا کریں اللہ تعالیٰ تاحیات حضرت سلطان القلم کے ادنیٰ سپاہیوں میں شامل رکھے اور انجام بخیر کرے۔

الفضل خوب سے خوب تر ہو کر جاری رہے اور ہماری اولاد در اولاد کو بھی اس میں علمی و قلمی حصہ ڈالنے کی اللہ تعالیٰ ہر طرح سے توفیق دے، آمین۔

• مکرم سید عمار احمد لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ الفضل اخبار کو ہمیشہ ہر دور میں زبردست ترقی اور کامیابی عطا کرے اور آپ کی پوری ٹیم کو کسی بھی لحہ کام میں کوئی مشکل نہ آئے، آمین۔ الفضل کی سالگرہ کے موقع پر آپ کا تہہ دل سے شکریہ کہ آپ نے مضامین لکھنے کا موقع اور حوصلہ دیا۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔

• مکرم عدنان ہاشمی۔ کینیا سے لکھتے ہیں۔

روزنامہ الفضل کو جاری ہوئے 109 سال مکمل ہونے پر اس عاجز کی طرف سے تہہ دل سے مبارکباد قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کا اور اس ادارہ کو چلانے والوں کا جو خلافت احمدیہ کے زیر سایہ بہت عظیم الشان خدمت کی توفیق پا رہے ہیں، خاص حامی و نگہبان ہو اور اس ادارہ کو ساری دنیا میں پیاسی روحوں کو سیراب کرنے والا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن پورا کرنے میں کلیدی کردار ادا کرنے والا بنا دے، آمین ثم آمین۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

• مکرم محمد عمر تماپوری کوآڈینیٹر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔ انڈیا لکھتے ہیں۔

18 جون 2022ء خصوصی نمبر الفضل آن لائن کے شمارے میں زیر عنوان ’’اخبار اسم بامسمی‘‘ آرا اور تبصرے پڑھنے کو ملے اور الفضل کے 109 سال مکمل ہونے پر قارئین کو مبارکباد پیش کی گئی۔ جزاکم اللہ۔

حق بات تو یہ ہے کہ مبارکباد کے اصل مستحق تو آپ اور آپ کی الفضل کی شروع سے اب تک کی ساری ٹیم ہے۔ نئی سوچ اور نئی فکر کے ساتھ صرف الفضل کے لیے آپ کی رہنمائی نہیں بلکہ ہر قلمکار کے ساتھ بھی ہے۔ اس لیے ہر طبقہ فیض حاصل کر رہا ہے۔ نئے قلمکاروں کی مستقبل قریب میں قلمی جہاد کرنے والوں کی ایک نئی فوج تیار ہو رہی ہے جو کسی نہ کسی رنگ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت میں مصروف رہے گی۔ ان شاء اللہ۔ نئی ٹیکنالوجی اور نیا زمانہ اس بات کا متقاضی تھا کہ ان کی انہی خطوط پر رہنمائی ہو۔ لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی بہت ضروری ہے۔ اس سے ان کی ہمت بندھی رہے گی اور آگے سے آگے بڑھنے کا جذبہ بنا رہے گا اور الفضل سے رشتہ ٹوٹنے نہیں پاتا۔ ان گنت لوگوں کا اخبار سے جڑ جانا اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ میرے جیسے کم علم اور کم فہم انسان کے لیے آپ کے اداریوں پر تبصرہ کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہے۔ اسی بنا پر بعض دفعہ آپ کے اداریوں پر خاموشی رہتی ہے کہ میرے الفاظ اس کا حق ادا نہیں کر پاتے۔

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں عالمی سطح پر حالات حاضرہ کے مطابق روزانہ باقاعدگی سے اداریے تحریر کرنا جوئے شیر لانے سے کم مشکل نہیں بہت بڑا کام ہے جو آپ کو نصیب سے ملا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

مورخہ 18 جون 2022ء کی اشاعت میں درثمین احمد صاحبہ جرمنی کا مضمون ’’الفضل سے میری وابستگی خوب سے خوب تر ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ مضمون ان کا بہت عمدہ، عبارت بہت اچھی، توازن برقرار، تسلسل قائم ساری خوبیاں جمع ہیں، ماشاء اللہ۔ بہت اچھی پیش رفت ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ مورخہ 18 جون 2022ء کی ہی اشاعت میں ’’خدا ہو مہرباں تم پر کہ میرے مہرباں تم ہو‘‘ ہماری قابل احترام ہر دلعزیز بزرگ خاتون محترمہ صفیہ بشیر سامی کا مضمون تو دل کو چھو گیا۔ اس عمر میں بھی الفضل میں دلچسپی، لگاؤ، انسیت، اخلاص اور خدمات قابل رشک ہیں۔ اللّٰھم زد فزد و بارک فی عمرہٖ۔ مضمون پڑھتے پڑھتے میں بھی سوچ رہا تھا کہ میرے الفضل میں شائع ہونے والے بعض مضامین کی کمپوزنگ کے لئے موصوفہ کی خدمات حاصل کرنے کے لیے درخواست کروں۔ اگلے ہی لحہ سوچ بدل گئی جب میں نے یہ پڑھا کہ موصوفہ 83 سال کی عمر سے گزر رہی ہیں۔ میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ جو لوگ خدمت دین اور خدمت انسانیت میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صحت اور عمر میں بہت برکت عطا کرتا ہے۔ اس کی ایک نظیر صفیہ صاحبہ بھی ہیں۔ باقی اس طرح کے خصوصی نمبر وقتاً فوقتاً منظر عام پر آنے ضروری ہیں جس سے نئی تازگی اور شگفتگی برقرار رہے گی۔ جزاکم اللہ

تحریر: ظفر احمد رزاق۔ امریکہ
ترجمہ: نوید الظفر۔ لندن

والدہ صاحبہ ڈاکٹر خورشید رزاق کی یاد میں

مترجم مضمون ہذا

میں اپنی والدہ ڈاکٹر خورشید رزاق کی یاد میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں جو منگل 19 جنوری کو امریکہ کے شہر کنیکٹیکٹ میں انتقال کر گئیں۔ میرے والد عبدالرزاق صاحب کا پہلے ہی 1997ء میں انتقال ہوگیا تھا۔ والد صاحب کی وفات کے بعد ہماری والدہ صاحبہ نے اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات کے باوجود ہماری پرورش میں والد کی کمی کبھی محسوس نہ ہونے دی۔

میری والدہ محترمہ ہمارے خاندان میں رہ جانے والے اُن چند بزرگوں میں سے ایک تھیں جن کو حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کی صحبت نصیب ہوئی اور جنھوں نے ان سے تربیت کی توفیق پائی۔ ان کی اپنی ذات اور طبیعت میں بھی صحابہ کا سا رنگ پایا جاتا تھا۔

آباؤ اجداد

ڈاکٹر خورشید صاحبہ کا تعلق رئیسِ لاہور حضرت میاں چراغ دینؓ اور حضرت میاں معراج دینؓ کے خاندان سے تھا۔ جن کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ ’’جماعت احمدیہ لاہور کی ذمہ داریاں‘‘ کے آغاز میں اس رئیس خاندان کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاص و محبت کے تعلق کا ذکر فرمایا ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں: ’’میاں چراغ دین صاحب اور میاں معراج دین صاحب کا خاندان اپنے پرانے تعلقات کے لحاظ سے جو بیعت سے پہلے کے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نگاہ میں بہت قرب رکھتا تھا… میرے عقیقہ پر جن دوستوں کو شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی ان میں میاں چراغ دین صاحب بھی تھے۔ پس اس جگہ پر جماعت کی بنیاد ایسے لوگوں سے پڑی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس وقت سے اخلاص رکھتے تھے جب ابھی آپ نے دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔ پھر خدا تعالیٰ نے ان خاندانوں کو ترقی دی اور وہ اخلاص میں بڑھتے چلے گئے‘‘۔ حضورؓ مزید فرماتے ہیں کہ ’’پس لاہور میں یہی واحد اتنا بڑا رئیس خاندان تھا جو کہ اصل لاہور کے باشندگان پر مشتمل تھا جس نے قریباً اجتماعی طور پر بیعت کر لی تھی… یہ اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص فضل تھا… اس طرح خاندان میاں فیملی لاہور میں احمدیت کی تقویت کا باعث بنا اور یہاں ایک مضبوط مخلص جماعت بن گئی۔

(بحوالہ لاہور تاریخ احمدیت مولف شیخ عبد القادر سوداگرمل منقول از روزنامہ الفضل 13 دسمبر 1961ء)

ان کے والدین دونوں ہی صحابی تھے۔ ان کے والد حضرت ماسٹر مرزا نذیر حسینؓ (صحابی) حضرت حکیم محمد حسینؓ (مرہم عیسیٰ) کے بیٹے تھے۔ اور ان کی والدہ حضرت عبدالعزیز مغلؓ (صحابی) کی بیٹی تھیں۔ دونوں بھائیوں نے اپنی پوری زندگی جماعت اور انسانیت کی خدمت میں صرف کی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو حکیم محمد حسینؓ کے بارے میں اللہ کی طرف سے یہ پیغام دیا گیا تھا کہ وہ برطانوی حکومت کے خلاف مرہم عیسیٰؑ کے بارے میں اپنے عدالتی مقدمے میں کامیابی حاصل کریں گے۔ عبدالعزیز مغل صاحبؓ ایک ایسے پُرجوش مبلغ تھے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ہزاروں لوگوں کی بیعت کروانے کی توفیق پائی۔ وہ جب گھر سے باہر کچھ خریدنے جاتے تو اصل مقصد کو بھول کر تبلیغ میں اس قدر مصروف ہو جاتے کہ رات دیر سے گھر لوٹتے۔ مخالفین کے جلسوں میں بِلا خوف چلے جاتے اور پنجابی زبان میں اُونچی آواز میں اعلان کرتے ’’لوکو عیسیٰؑ آ گیا جے‘‘

حضرت مسیح موعودؑ لاہور میں اکثر انہیں کے گھروں میں قیام فرمایا کرتے تھے۔

والدین

میرے نانا جان حضرت ماسٹر مرزا نذیر حسینؓ کی پیدائش لاہور میں ہوئی تھی لیکن جب ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو وہ ابھی نوعمری میں ہی تھے کہ انہیں خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر لے گئے اور پھر انہوں نے قادیان میں ہی پرورش پائی جبکہ ان کا باقی خاندان لاہور میں تھا۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ کا تقرر قادیان کے تعلیم الاسلام کالج میں بطور اُستاد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے نانا جان کو اپنے بچوں کی تعلیم کی ذمہ داری سونپ رکھی تھی۔ اور اس طرح میرے نانا جان کو دو خلفاء یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے استاد ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ جب بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کے ساتھ چھٹیاں گزارنے ڈلہوزی یا دوسرے مقامات پر تشریف لے جاتے تو میرے نانا جان حضرت ماسٹر مرزا نذیر حسینؓ بطور استاد اپنی فیملی کے ساتھ وہاں قیام کی توفیق پاتے۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت کی اس توفیق ملنے کا بڑا نیک اور گہرا اثر میری والدہ ڈاکٹر خورشید صاحبہ اور ان کے بہن بھائیوں کی تربیت پر بھی رہا۔ میرے نانا جان حضرت ماسٹر مرزا نذیر حسینؓ کو قرآن کریم سے ایک خاص عقیدت تھی اور ہمیشہ مضامین کی تحقیق میں مصروف رہتے تھے اور اپنی وفات تک نہایت باریک چھوٹی تحریر میں قرآنِ کریم کے صفحات میں اپنے نوٹس تحریر کر کے رکھتے رہے۔

میری نانی امۃ العزیز بیگمؓ نے بھی رئیسِ لاہور حضرت میاں چراغ دینؓ و میاں حضرت میاں معراج دینؓ کی اولاد ہونے کے باوجود ایک بہت ہی عام زندگی گزارنے میں میرے نانا جان کا بھرپور ساتھ دیا۔ وسائل محدود ہونے کے باوجود وہ ہمیشہ دوسروں کی دیکھ بھال کرتے تھے جبکہ ان کا اپنے خاندان کی ضروریات پوری کرنا بھی مشکل تھا۔ تقسیم کے بعد ان کے خاندان کو لاہور آنا پڑا اور اگرچہ ان کا گوالمنڈی لاہور میں بہت چھوٹا گھر تھا مگر پھر بھی میرے نانا نے اپنی بیوہ بہن اور ان کے بچوں کو ایک منزل رہائش کیلئے دے رکھی تھی۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنے ایک نواسے اور نواسی کو بھی لاہور لا کر رکھا تا کہ وہ تعلیم حاصل کرسکیں کیونکہ اُنہیں اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلوانے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ ان کے وہ نواسے اسلام آباد پاکستان کے ڈاکٹر پیر محمد نقی الدین تھے جن کی گزشتہ سال وفات پر حضورِ اَقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ میں بہت تفصیل سے ان کا تذکرہ کیا۔ ڈاکٹر پیر محمد نقی الدین میری والدہ کی بڑی بہن کے بیٹے تھے۔

والدہ صاحبہ ڈاکٹر کیسے بنیں؟

جب میری والدہ اپنے ہائی اسکول سے فارغ ہو رہی تھیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تحریک کی کہ خواتین تعلیم کے شعبہ میں سبقت لیں اور طِب اور تعلیم جیسے پیشہ میں جائیں۔ میرے نانا ہمیشہ طِب کے پیشہ کی قدر کرتے تھے کیونکہ ان کے والد صاحب ایک مشہور حکیم تھے لیکن والدہ کے انتقال کے وقت کم عمری کے سبب وہ خود حکمت کے پیشے کو آگے نہیں بڑھا سکے۔ انہوں نے ہمیشہ طب کے پیشہ کو مقدس سمجھا اور یہی وجہ ہے کہ میری والدہ ڈاکٹر بن گئیں۔ حقیقت میں میری والدہ نے خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ایک ملاقات کے دوران بالکل رخصت ہوتے ہوئے حضور کی تحریک کے حوالے سے پوچھا ’’حضور میں ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں‘‘ حضور نے فرمایا یقیناً۔ میری والدہ نے وضاحت کی کہ ان کے والد (میرے نانا) نے ابھی تک ایک درویشی کی زندگی گزاری ہے اور ان کے پاس میڈیکل اسکول میں داخلہ فیس کے لئے بھی پیسے نہیں تھے۔ حضور نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ رقم نکال کر دی جو معجزانہ طور پر اتنی ہی تھی جو فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور میں داخلہ فیس کے لئے درکار تھی۔

میری والدہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی دعاوں کی وجہ سے اللہ نے ابتدائی چار سالوں تک ان کو اپنی کلاس میں اوّل درجہ پر رہنے اور اسکالرشپ حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔

اپنی ڈاکٹری کی پڑھائی کے پانچویں سال کے دوران ان کی اپنی کلاس میں دوسری پوزیشن آ گئی اور وظیفہ نہ مل سکا۔ وہ ہمیشہ یہ کہتی تھیں کہ اُن کا ماننا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جان بوجھ کر انہیں دوسری پوزیشن دی تا کہ وہ کبھی بھی تکبر کا شکار نہ ہوں اور دوسرا یہ نشان ظاہر کرنے کیلئے کہ جب انہیں وظیفہ کی ضرورت نہیں تھی تو وہ اَوّل نہ آئیں مگر ان کا شمار ہمیشہ اعلیٰ طالب علموں میں رہا۔

نافع الناس وجود

میری والدہ کو ایسے وقت میں ڈاکٹر بننے کی توفیق ملی جب خواتین ڈاکٹروں کی ضرورت تھی۔ وہ پاکستان میں ماہر امراض نسواں تھیں۔ کراچی میں وہ ان پڑھ خواتین کے ساتھ اس قدر محبت اور پیار کا سلوک کرتی تھیں کہ وہ دور دراز سندھ کے دیہاتوں سے بھی ان کے پاس آتی تھیں۔ وہ اردو بہت کم بول سکتی تھیں لہذا میری والدہ نے سندھی زبان سیکھی تا کہ ان کی بولی میں ان سے بات کرنے کے قابل ہوسکیں تا کہ دیہاتی خواتین ان سے ایک دوست کی طرح اپنی مشکل اور پریشانی کھل کر بیان کرسکیں۔ اپنے باقاعدہ اسپتال کے اوقات کے علاوہ ہفتہ میں دو دن شام کو ایک مفت کلینک بھی چلاتی تھیں۔ مفت دوائیں بھی دیتی تھیں اور یہاں تک کہ اکثر انہیں گھر واپسی کے سفر کے لئے نقد رقم بھی مہیا کر دیا کرتی تھیں۔ تا کہ دیہاتی خواتین کو والدہ کے اسپتال تک کراچی پہنچنے کیلئے لمبا فاصلہ طے کر کے

آنے میں کوئی دشواری نہ ہو اور ان کی صحت کو نقصان نہ پہنچے۔ دوسری انتہا پر میری والدہ کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفاء کے نتیجہ میں ایسے مریضوں کی بھی بڑی تعداد تھی جو حیثیت سے متمول خواتین تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ ان کے اسپتال کے باہر طویل شیورلیٹ کاریں اور دوسری مہنگی کاریں بھی کھڑی ہوتی تھیں۔ اس حقیقت کے باوجود کہ انہیں معلوم تھا کہ ہم احمدی ہیں ان میں سے زیادہ تر خواتین میری والدہ اور ہمارے کنبے کے ساتھ زندگی بھر کی دوست بن جاتی تھیں۔ ان میں سے بہت سی خواتین اکثر آدھی رات کے وقت اپنے نوزائیدہ بچے کے ساتھ ہمارے گھر کسی چھوٹی سی تکلیف یا بخار کی وجہ سے پریشان ہو کر آجاتی تھیں اور میری والدہ ان کا استقبال ایسے کرتی تھیں جیسے ہمارے گھر میں دن کا وقت ہو۔ یہاں تک کہ اگر انہیں زیادہ پریشان دیکھتیں تو انھیں کبھی کبھی ہمارے گھر رات رہنے کی اجازت دے دیتیں۔ تا کہ ان کے نوزائیدہ بچے کی دیکھ بھال میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

بحیثیت بیٹی

میری والدہ ہمیشہ اپنے والدین یعنی میرے نانا اور نانی کی بہت دیکھ بھال کرتی تھیں۔ مثال کے طور پر 1971ء کی جنگ کے دوران چونکہ لاہور ہندوستان کی سرحد کے قریب تھا اس لئے میرے نانا نانی ہمارے ساتھ کراچی میں قیام کرنے آگئے تھے۔ ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے میری والدہ کو دن یا رات میں کسی بھی وقت بچے کی پیدائش کے لئے بلایا جاتا تھا۔ اسپتال میں اپنے گھنٹوں رہنے کے باوجود جب وہ گھر آتیں تو اپنے آرام کی بجائے وہ ہمیشہ میرے نانا اور نانی کی ہر طرح سے خدمت کے لئے مصروف رہتیں۔

میری والدہ بتاتی تھیں کہ ان کی والدہ (میری نانی امی) نے میری والدہ کی تربیت میں اس بات کا بہت خیال رکھا کہ وہ نہ صرف تعلیم یافتہ ہوں اور ڈاکٹر بنیں بلکہ گھریلو کاموں میں بھی انہیں عبور ہو۔ اس لیے تعلیم کے ساتھ ساتھ میری والدہ کو گھریلو کام کے شیڈول پر بھی عمل پیرا ہونا پڑتا تو میری نانی اپنے سب بچوں کو دیتی تھیں۔ چونکہ میری نانی گھر کے تمام کاموں میں بہت اچھی تھیں اس نے اس بات کو یقینی بنا دیا کہ ان کے سارے بچوں کو بھی اچھی طرح سے عبور حاصل ہو۔ میری والدہ اس وجہ سے ایک ماہر ڈاکٹر ہونے کے ساتھ گھرداری کے کاموں میں جیسے کھانا پکانے، کپڑے سلائی کرنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھنے میں ہر طرح سے کامیاب رہیں۔ جب ہم کراچی پاکستان میں رہتے تھے تو ہمارے پاس کچھ نوکر تھے جن میں ایک ڈرائیور بھی شامل تھے۔ میری والدہ ہمیشہ نوکروں کے ساتھ عزت اور وقار اور برابری کے ساتھ پیش آئیں جیسے یہ ہمارے ہی خاندان کا حصہ ہیں۔ وہ کسی بھی طبی ضروریات کے لحاظ سے ان کی دیکھ بھال کرتی اور مثال کے طور پر عید کے موقع پر انہیں عیدی مل جاتی اور میرے والدین ان کے اور ان کے بچوں کے لئے تحائف خریدتے۔

اپنی اولاد سے تعلق اور تربیت

میری والدہ نہ صرف ہماری اچھی تربیت کا ہر وقت خیال رکھتی تھیں بلکہ ہماری اولاد کی بہترین تربیت کے لیے ہر دم کوشاں رہتی تھیں۔ میرے بڑے بیٹے کو جب تعلیم کیلئے دوسرے شہر جانا پڑا تو اپنی بیماری اور ضعیف العمری کے باوجود اپنا گھر چھوڑ کر ویسٹ ورجینیا میں خود اس کے ساتھ رہتی تھیں تا کہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ اپنی میڈیکل اسکول کی تعلیم بھی ان کے سایۂ شفقت میں رہ کر حاصل کر سکے۔ جب میرا دوسرا بیٹا لاء اسکول میں داخل ہوا تو وہ اس کے ساتھ بھی رہنے کے لئے نیو یارک جانے کے لئے تیار تھیں۔ اس طرح والدہ نہ صرف میرے بچوں کے لئے ہر وقت دعائیں کرتی تھیں بلکہ وہ خود ہر وقت انکے پاس رہنے کے لیے بھی تیار رہتی تھیں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ زندگی کے آخری دن تک ان کے لئے دعا کرتی رہیں۔ خاندان کی بزرگ کی حیثیت سے انہوں نے نہ صرف اپنے بچوں بلکہ اپنے بہن بھائیوں کے بچوں سے بھی تعلق رکھا۔ آخری وقت تک ہر ماہ مختلف ممالک میں آباد بہن بھائیوں کے اکثر بچوں اور پھر ان کے بھی بچوں کو باقاعدگی سے فون کرتی تھیں۔

بحیثیت ڈاکٹر ریاست کنیکٹیکٹ امریکہ کیلئے خدمات

میں آپ کو انسانیت کی خدمت کے لیے کی جانے والی کاوشوں کی کچھ مثالیں بھی دینا چاہتا ہوں اور ان کے ساتھ کام کرنے والوں کی طرف سے ان کا کس طرح احترام کیا گیا۔ جب وہ کنیکٹیکٹ آئیں تو اس وقت ان کی عمر زیادہ ہو چکی تھی۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ کنیکٹیکٹ میں دماغی چوٹ کے علاج اور نگہداشت کا کوئی یونٹ نہیں اور جو لوگ دماغی چوٹ کی وجہ سے اسپتالوں میں داخل تھے ان کا علاج معالجہ بھی دوسرے نفسیاتی مریضوں کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔ میری والدہ نے ریاست کنیکٹیکٹ کے اٹارنی جنرل کے ساتھ مل کر ایسے مریضوں کیلئے الگ علاج کی سہولت کے لئے کیس دائر کیا اور ماہر ڈاکٹر کی حیثیت سے شامل رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دعاوں کے ساتھ ریاست نے آخر کار پانچ سال عدالت میں لڑنے کے بعد مقدمہ جیت لیا۔ میری والدہ کو مڈل ٹاؤن کنیکٹیکٹ کے کنیکٹیکٹ ویلی اسپتال میں ٹرومیٹک دماغی چوٹ کے لئے ایک نیا یونٹ شروع کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔ 2007ء میں ریٹائر ہونے تک وہ اس یونٹ کی سربراہ رہیں۔ ان کی ریٹائرمنٹ کے وقت پوری ریاست کنیکٹیکٹ کے انچارج اعلیٰ ڈاکٹر نے بتایا کہ میری والدہ نے 100 سے زیادہ ٹرومیٹک برین انجری کے مریضوں کا علاج کیا اور 20 سے کم مریضوں کو دوبارہ داخل ہونے کی ضرورت پیش آئی۔ جو دوسرے ڈاکٹروں کے مریضوں کے مقابلہ میں بہت کم تعداد تھی۔ حیران کن بات یہ تھی کہ وہ اپنے مریضوں کے علاج کے لئے اس شعبہ میں موجود دیگر ڈاکٹروں کی نسبت صرف 18-20 فیصد دواؤں کا استعمال کر رہی تھی۔ اگرچہ دوسرے ڈاکٹر ادویات کا دینے میں جلدی کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ اپنے مضر اثرات کی وجہ سے نقصان دہ تھیں لیکن میری والدہ ہمیشہ مریض کی تفصیل سے بہت وقت لگا کر بات سننے کی کوشش کرتی تھیں پھر دعا کرتی تھیں اور جب تک کسی دوائی کا دینا ضروری نہ ہو جاتا اس وقت تک دوا دینے سے پرہیز کرتی تھیں۔ مجھے واضح طور پر یاد ہے کہ میری والدہ ہمیشہ میرے بڑے بیٹے کو یہ کہتی رہتی تھیں کہ جب آپ ڈاکٹر بن جائیں تو آپ ہمیشہ اپنے مریضوں کے لئے دعا کرنا اللہ سے رہنمائی طلب کرنا کیونکہ جب آپ ان کا علاج کرتے ہو تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے وسیلہ کی حیثیت سے مشورہ دیتے ہو۔ دراصل اللہ ہی شفاء بخشنے والا ہے۔ وہ خود بھی واقعی ہی اس پر یقین رکھتی تھیں اور اس پر عمل کرتی تھیں۔ وہ اکثر ہمیں بتاتی تھیں کہ انہیں اپنے دادا حکیم محمد حسینؓ مرہم عیسیٰ کو اس طرح کرتے دیکھا۔

امریکہ بیماری کے دوران اسپتال میں

میری والدہ ایک انتہائی باہمت، دھیمے مزاج کی شفیق، شائستہ اور بردبار طبیعت کی مالک تھیں۔ ایک بار اپنی بیماری کے دوران جب وہ گھٹنوں کے آپریشن کے بعد ریکوری روم میں تھیں تو میں لنچ کے اوقات میں ان سے ملنے گیا۔ ایک نرس انہیں دوائی دینے آئی۔ یہ نا جانتے ہوئے کہ میری والدہ میڈیکل ڈاکٹر ہیں نرس اونچی آواز میں میری والدہ کو تفصیل سے یہ بتانے لگی کہ ان کے لیے یہ دوائیوں ضروری ہے۔ میں اپنی والدہ کے ساتھ بیٹھنے کے لئے وقت لینا چاہتا تھا لہٰذا میں نے وقت بچانے کے لیے نرس کو بتایا کہ میری والدہ ڈاکٹر ہیں اور انگریزی جانتی ہیں اور وہ کنیکٹیکٹ ریاست میں ٹرابیٹک دماغی چوٹ کے یونٹ کی سربراہ تھیں۔ لہٰذا اس دوا کے بارے میں پہلے ہی جانتی ہیں۔ جب نرس کمرے سے چلی گئی تو میری والدہ شائستگی سے مجھے کہنے لگیں کہ مجھے نرس کو اپنا کام کرنے اور دوائیوں کی وضاحت کرنے دینا چاہئے تھا – وہ ہمیشہ چاہتی تھیں کہ ہر کسی سے اس کی سطح پر آکر بات کریں۔ یہاں تک کہ ماہر ڈاکٹر کی حیثیت بھی ہمیشہ یہی کوشش رہتی کہ اپنے شعبہ میں موجود عملہ اور مریضوں سے کبھی بھی کوئی ایسی بات نہ کرتی تھیں جس سے وہ اپنے آپ کو آپ سے کم علم محسوس کریں۔

امریکہ میں جماعتی خدمات

میری والدہ کو 1990ء میں شروع ہونے والی کنیکٹیکٹ جماعت کے لئے صدر لجنہ کی حیثیت سے خدمت دین کا موقع ملا۔ کنیکٹیکٹ میں کچھ احمدی ممبر تھے لیکن تعداد بہت کم تھی۔ جب میری شادی 1989ء میں ہوئی تو میرے والدین کنیکٹیکٹ کے بالکل ٹھیک باہر ڈچس کاؤنٹی نیو یارک چلے گئے تھے تا کہ وہ ہر ہفتے کے آخر میں مجھے ملنے آئیں۔ نیو جرسی سے تعلق رکھنے والی میری بہن بھی مجھ سے ملنے کنیکٹیکٹ آتی تھیں۔ ابتدائی طور پر یہ صرف ہمارے کنبے کے افراد اور دیگر دو کنبوں کے افراد تھے جنہوں نے کنیکٹیکٹ کی جماعت کو تشکیل دیا۔ پھر آہستہ آہستہ اور لوگ بھی کنیکٹیکٹ میں منتقل ہو گئے اور یہ تعداد تقریباً 20-30 ممبران تک پہنچ گئی۔ اس طرح سے کنیکٹیکٹ کی جماعت کا آغاز ہوا۔ آج ہماری جماعت میں اللہ کے فضل ماشاء اللہ 300 سے زیادہ احباب شامل ہو چکے ہیں۔ میری والدہ نے 10 سال تک لجنہ صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں جس کے بعد میری بہن صدر ہو گئیں لیکن چونکہ ہمارے کنیکٹیکٹ میں مسجد نہیں تھی جماعت کے تمام پروگرام میرے والدین کے

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

گھر مڈل ٹاؤن کنیکٹیکٹ میں ہوتے تھے۔جس میں نماز جمعہ بھی شامل تھی۔ عید کی دو نمازیں میرے والدین کے کنیکٹیکٹ میں بڑے گھر میں منعقد کی گئیں کیونکہ وہاں جماعت کے 100 ممبران بھی شامل ہو سکتے تھے۔ میری والدہ اور بیوی کھانا پکاتے جبکہ میرے والد اور میں اپنے بچوں کے ساتھ گھر کی صفائی کرتے تھے - ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہمارا اپنا کنبہ ملنے آرہا ہے اور جماعت کے ممبران بھی اسی طرح محسوس کرتے تھے۔

پچھلے 30 سالوں کے دوران جب میری والدہ کنیکٹیکٹ جماعت میں تھیں بہت سی شادیاں ہوئیں اور لجنہ دوسری ریاستوں یا ممالک سے یہاں تک کہ پاکستان سے بھی آرہی تھیں اور ان سب کے لئے میری والدہ ایک شفیق ماں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ وہ لجنہ کی تمام ممبرات سے بے حد پیار کرتی تھی اور ان میں سے ہر ایک ان کے لیے دعا کرتی تھی- یہ پیار اور تعلق دو طرفہ تھا اور لجنہ بھی ان سے اپنی ماں کی حیثیت سے احترام اور پیار کا تعلق رکھتی تھیں۔

خلافت سے تعلق

میری والدہ ہمیشہ ہر دور میں خلفاء سے والہانہ عقیدت و محبت کا تعلق رکھا اور ہمیشہ خلفاء کی ہدایات سننے اور ان پر عمل کرنے کی پوری کوشش کی۔ وہ خوش قسمتی سے چار خلفاء یعنی خلیفۃ المسیح الثانیؓ، خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ذاتی طور پر ملاقاتوں کا شرف حاصل کرتی رہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ قادیان میں ان کی والدہ ہر جمعہ کو خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے گھر جاتی تھیں۔ وہ حضورؓ کے باورچی خانے میں مٹی کے چولہے دوبارہ تعمیر کرتیں۔ کیونکہ وہ کھانا بہت اچھا پکاتی تھیں لہٰذا انہوں نے یہ توفیق بھی پائی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور ان کے کنبہ کے لئے پراٹھے بناتیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیالے میں سے تھوڑا سا کھانا کھاتے اور باقی بطور تبرک باورچی خانے سے واپس بھیج دیا کرتے تاکہ میری نانی اور میری والدہ کے سب بہن بھائی اس پیالے سے کھا سکیں۔ انہیں اکثر آپؓ کو دیکھنے کا موقع بھی ملتا رہتا۔

میری والدہ ہمارے خاندان کے اُن چند بزرگ افراد میں سے ایک تھیں جنہوں نے خلفاء کی صحبت پائی۔ جنہوں نے براہ راست صحابہ ہی سے تربیت کی توفیق پائی اور زندگی بسر کرنا سیکھا۔ وہ ہمارے خاندان کی پہلی خاتون ڈاکٹر تھیں اور وہ اس کردار میں انسانیت اور جماعت دونوں کی خدمت کرنے میں کامیاب رہیں۔ الحمدللہ۔ وہ اپنی زندگی کے آخری دن تک پنجوقتہ نمازوں، نوافل کی ادائیگی، دعاؤں اور تفسیر کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے کے سلسلے میں ہمارے لئے ایک مضبوط مثال بنتی رہیں۔

2019ء میں لندن آکر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کرنے کی توفیق پائی۔ جب حضورِ اقدس نے فرمایا کہ ''آپ کو اب اس بڑھاپے اور بیماری میں سفر نہیں کرنا چاہیئے۔'' تو والدہ کہنے لگیں۔ ''حضور، میرے لئے ناممکن ہے کہ میں حضور کو ذاتی طور پر دیکھے اور ملے بغیر چلی جاؤں۔ خدا تعالیٰ کے خصوصی فضل، رحمتیں اور برکتیں آپ کے بابرکت وجود کی صحبت میں رہ کر ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔''

اپنے غفور الرحیم ربِ کریم سے دعا ہے کہ وہ ہماری والدہ ڈاکٹر خورشید رزاق سے انتہائی رحم و کرم اور بخشش کا سلوک فرمائے اُن سے راضی ہو جائے۔ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ میری والدہ کی تمام دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہمیں اور ہماری اولاد کو اپنے ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے نیک اعمال کو ہمیشہ جاری رکھنے اور اپنے بزرگوں اور خاندان کی نیک نامی کو ہمیشہ روشن رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ایک سبق آموز بات

ایک کینین کہاوت ہے کہ ایک یتیم بچھڑا اپنی کمر ہی چاٹتا ہے۔ جب کسی بچھڑے کا دودھ چھڑایا جائے یا ماں سے علیحدہ کر دیا جائے تو بھوک کے مارے وہ اپنی کمر چاٹنے لگتا ہے۔ اس کہاوت کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی کا کوئی سر پرست یا سہارا نہ رہے تو اسے خود ہی مضبوط ہونا پڑتا ہے۔ یا کہا جاتا ہے کہ یتیم بچے جلدی بڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ انہیں زمانے کی سختیوں کا جلد سامنا کرنا پڑتا ہے جس کے سبب وہ اپنا بوجھ جلد اٹھانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

دین اسلام میں اس قسم کے کئی احکام ہیں جو یتیموں، مسکینوں اور کمزوروں کی مدد کرنے اور ان کا سہارا بننے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ذیشان محمود۔ سیرالیون

فقہی کارنر

قربانی کی حکمت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

خدا تعالیٰ نے شریعت اسلام میں بہت سے ضروری احکام کے لئے نمونے قائم کئے ہیں چنانچہ انسان کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اور اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو۔ پس ظاہری قربانیاں اسی حالت کے لئے نمونہ ٹھہرائی گئی ہیں لیکن اصل غرض یہی قربانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُہَا وَلَا دِمَآؤُہَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ (الحج:38) یعنی خدا کو تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ خون پہنچتا ہے مگر تمہاری تقویٰ اس کو پہنچتی ہے۔یعنی اس سے اتنا ڈرو کہ گویا اس کی راہ میں مر ہی جاؤ اور جیسے تم اپنے ہاتھ سے قربانیاں ذبح کرتے ہو اسی طرح تم خدا کی راہ میں ذبح ہو جاؤ۔ جب کوئی تقویٰ اس درجہ سے کم ہے تو ابھی وہ ناقص ہے۔

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 99 حاشیہ)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

8/جولائی2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:17	19:07
مدینہ منورہ	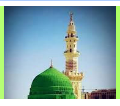	04:09	19:14
قادیان		03:51	19:37
ربوہ		03:31	19:17
اسلام آباد ٹلفورڈ	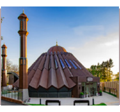	03:28	21:18